فضیلۃ الشیخ ابو عمر الکویتی حفظہ اللہ

دار القرآن والسنۃ

فہرست

	اسمبلی ممبر!! مجتہد ہے؟	
	قانون سازی کے چند نمونے	
	اللہ کے علاوہ کسی کو شارع ماننا کفر ہے۔علماء کے اقوال	
	خلاف شریعت قوانین بنانے والی اسمبلی میں جانے کا حکم۔	
	مخالفین کو دلائل یا مباہلہ کا چیلنج	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدائے مترجم

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور خبردار کرنے والا مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔(سبا:28)۔

جس طرح اللہ تعالیٰ رب العالمین اور رب الناس ہے ملک الناس ہے، الٰہ الناس ہے یعنی تمام مخلوقات کا رب اور تمام انسانوں کا مالک و معبود اسی طرح وہ تمام انسانوں کی بھلائی بھی پسند کرتا ہے۔

مَا یَفۡعَلُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ اِنۡ شَکَرۡتُمۡ وَ اٰمَنۡتُمۡ

اگر تم ایمان لاؤ اور شکر کرو تو اللہ تمہیں کیوں عذاب دے گا؟

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھی زندگی گزارنے، دنیوی و اُخروی فلاح و کامرانی کے لئے عقل و شعور سے نوازا ہے اور پھر صرف عقل کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا بلکہ سلسلہ رسالت و نبوت کا آغاز کر کے اسے بار بار متنبہ کرتا رہا کہ کس طرح دنیاوی و اُخروی زندگی سنور سکتی ہے اور کن اعمال و عقائد کی وجہ سے دنیا و آخرت برباد ہو سکتے ہیں؟ سلسلہ نبوت کا اختتام خاتم النبیین جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کی بعثت بابرکت پر ہوا اور آپ ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ) آپ کی بعثت تمام نوع انسانی کی فلاح و کامرانی کی ضمانت ہے مگر لوگ ہی نادان ہیں کہ آپ کی حیثیت آپ کی رسالت، شریعت و پیغام اور آپ (ﷺ) کے مقام و مرتبہ سے بے خبر ہیں اور اپنی اس بے خبری و نادانی پر پشیمان و شرمندہ ہونے کے بجائے کامیابی و کامرانی کے ضامن دین کو بھیجنے والے رب کو چھوڑ کر ارباب متفرقون سے کامیابی کی اُمیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ تمام روحانی امراض کے لئے شفاء کامل شریعت دین محمدی ﷺ کو پس پشت ڈال کر اپنے جیسے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین و دساتیر میں فلاح کی راہ ڈھونڈ رہے ہیں حالانکہ تمام تر تجربات کے بعد بھی یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ کوئی بھی انسان چاہے ارسطو ہو یا افلاطون انسانوں کی کامیابی و کامرانی کا ضامن آئین مرتب نہیں کر سکے، خامیوں اور کوتاہیوں سے پاک تمام افراد بشر کے مفاد کا ضامن قانون صرف اللہ رب العالمین کا وہ قانون ہے جو اس نے اپنے آخری نبی جناب رحمۃ اللعالمین کے ذریعے انسانوں کو

دیا ہے مگر خرد و عقل سے بیگانہ انسانوں نے اس کی اہمیت و افادیت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی جس طرح مشرکین فی العبادات نے پوجا و پرستش کے لئے بیشمار معبود بنا رکھے ہیں اسی طرح شرک فی الاطاعت میں مبتلا لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے قوانین کو چھوڑ کر خود ساختہ قوانین کی پیروی شروع کی۔ شرک نظریات کے انتشار اور توحید وحدتِ نظریات کا نام ہے۔ چونکہ اسلام انسانی نفوس کی تہذیب کے لئے آیا ہے عرب و عجم شہری دیہاتی، ان پڑھ اور پڑھے لکھے سب کی تربیت کے لئے، فلاح کے لئے، کامیابی کے لئے انسانوں کو باہم متحد و متفق ہو کر کوشش کرنی ہوگی اور باہمی اتفاق و اتحاد تب ہی ممکن ہے جب ایک اللہ، ایک رسول اور ایک دین کی پیروی پر متفق ہوں گے۔ اس مقصد کے لئے علمائے اسلام نے تصنیفی و تبلیغی کوششیں کی ہیں اور کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ کی بیش قیمت کاوش رسائل بنام ''میراث الانبیاء'' بھی ہے جس میں توحید ربوبیت، الوہیت، کلمہ توحید کا صحیح مفہوم اور انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کی پیروی کی تردید بہت ہی علمی اور مدلل طریقے سے کی گئی ہے۔

عربی کی اس خوبصورت تصنیف کو اردو میں منتقل کرنے کی ذمہ داری راقم نے حتی الوسع بہتر انداز سے نبھانے کی کوشش کی ہے۔ ادارے کی سابقہ نشریاتی خدمات میں یہ بھی ایک حسین اضافہ شمار ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مصنف، ناشر اور دیگر معاونین اور راقم کے لئے ذخیرۂ آخرت اور مسلمانوں کے لئے نفع کثیر کا ذریعہ بنا دے آمین۔

عبدالعظیم حسن زئی۔

استاذ جامعہ ستاریہ اسلامیہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

ان الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہٗ اما بعد:

تین رسالے جن میں توحید کا بیان ہے اور موجودہ دور میں مختلف صورتوں میں جو شرک رائج ہے اس سے بچاؤ کی تدابیر وطریق بیان کئے گئے ہیں۔ان طالبانِ علم ومتلاشیانِ حق کی خدمت میں ہم یہ رسائل پیش کررہے ہیں جو اپنے دین اور توحید کو ایسے دور میں محفوظ رکھنا چاہتے ہیں جس میں شرک کی بعض ایسی صورتیں وجود میں آ چکی ہیں کہ جنہیں (الا ماشاءاللہ) اکثر لوگ نہیں جانتے۔یہی موضوع ہم نے شرح وبسط کے ساتھ پہلے کئی رسائل میں بیان کیا ہے جو ''سلسلہ رسائل میراث الانبیاء'' کے نام سے مشہور ہے۔توحید کے موضوع پر اتنا کچھ لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام سے اُمتوں کو جو کچھ وراثت میں ملا ہے اس میں سب سے بڑی اور اہم چیز توحید باری تعالیٰ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوْا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْھُمْ مَّنْ ھَدَی اللّٰہُ وَ مِنْھُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْہِ الضَّلَالَةُ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ (النحل:36).

ہم نے ہر اُمت کے میں رسول بھیجا (وہ کہتا تھا) اللہ کی عبادت کرو طاغوت سے اجتناب کرو۔ان میں سے کچھ کو اللہ نے ہدایت دی اور کچھ ایسے تھے کہ گمراہی ان کا مقدر بنی۔تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ (نبیوں کو) جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وان العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما وانما ورّثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر (ابوداود، ترمذی).

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء کی میراث درہم و دینار نہیں بلکہ علم ہے جس نے یہ (انبیاء کا) علم حاصل کرلیا تو اسے (میراث انبیاء کا) بہت بڑا حصہ مل گیا۔

انبیاء سے ملنے والے علوم میں سب سے بڑا علم توحید کا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاريات:56)

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰكُمْ (محمد:19).

جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتے رہو اور مومن مرد و عورتوں کے لئے بھی۔ اللہ تمہارا بازگشت اور ٹھکانہ جانتا ہے۔

لا الہ الا اللہ کے علم سے مراد ہے کہ اس کی شروط، ارکان، نواقض اور اس کے لوازمات۔ اور یہ سب باتیں ہم نے اس پہلے رسالے میں بیان کردی ہیں جہاں ہم نے توحید، اس کی شرائط، ارکان، نواقض اور اصول وقواعد کا تذکرہ کیا ہے۔

دوسرے رسالہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا فیصلہ طاغوت سے کرواتا ہے تو یہ (اسلام کا مطلوب) کفر بالطاغوت نہیں ہے۔ یہاں طاغوت سے فیصلہ کروانے والوں سے وہ لوگ مراد نہیں ہیں جو طاغوت کو اپنا حاکم مانتے ہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو کوئی فیصلہ یا اپنے تنازعات طاغوت کے پاس لے جاتے ہیں۔ (یعنی طاغوت کو مستقل حاکم بنانا تو ہے ہی غلط، اگر کوئی ایک فیصلہ بھی طاغوت کے پاس لے گیا تو یہ کفر بالطاغوت کے منافی ہوگا)۔

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ موجودہ دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ اپنے فیصلے طاغوت سے کرواتے ہیں (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے علاوہ جس سے بھی فیصلہ کروایا جائے گا وہ طاغوت کہلائے گا) اور یہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے مدنظر کوئی مالی یا منصبی مفاد ہوتا ہے۔ حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان چیزوں کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہ جائے اور اگر ان آٹھ چیزوں کی وجہ سے کوئی جہاد سے رہ گیا جن کا ذکر اس آیت میں موجود ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَاؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (التوبہ:24).

(اے محمد ﷺ ان سے) کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، رشتہ دار، تمہارا کمایا ہوا مال، تجارت جس کے مندے کا تمہیں اندیشہ ہو، وہ گھر جسے تم پسند کرتے ہو (یہ سب) تمہیں اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اللہ کی راہ میں جہاد سے بڑھ کر پسند ہوں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے۔ اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس طرح کرنے والے شخص کا ان آٹھ میں سے کوئی عذر قبول ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ان اشیاء کی وجہ سے جہاد ترک کرنے والوں کی مذمت کرے تو سوال یہ ہے کہ جو شخص ان آٹھ یا ان میں سے کسی ایک کے لئے توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرلے تو کیا وہ شخص زیادہ قابل مذمت ہے یا جہاد چھوڑنے والا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ تارکِ توحید تارکِ جہاد سے زیادہ قابل مذمت ہے۔ جب یہ بات ہے تو سوچنا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ ان اشیاء کی وجہ سے ترکِ جہاد کی معذرت قبول نہیں کرتا تو تارکِ توحید کی معذرت کس طرح قبول کرے گا؟ ہاں البتہ کفر پر مجبور کر دیئے جانے والوں کی معذرت اللہ قبول کرتا ہے۔ جس طرح سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ صورت استثنائی ہے، اسے رخصت کہا جاتا ہے جو بعض مخصوص حالات میں اپنائی جاسکتی ہے۔ اس رخصت کے باوجود اگر کوئی شخص جان دے دے مگر کفر نہ کرے تو یہ پھر بھی افضل ہے۔

شیخ حمد بن عتیق رحمہ اللہ نے مذکورہ آیت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے باپ اور بھائی سے بھی تعلق رکھنے سے منع کیا ہے (حالانکہ یہ قریب ترین رشتہ دار ہیں) جب ان کا دین الگ ہو وہ دونوں ایمان باللہ کے اقراری نہ ہوں۔ اور اللہ نے یہ بھی وضاحت کردی ہے کہ جو مسلمان اپنے کافر باپ یا بھائی سے اچھے تعلقات رکھے گا تو وہ ظالم شمار ہوگا۔ جب کافر باپ اور بھائی تک سے تعلق رکھنا ظلم ہے تو پھر ان کافروں سے دوستی رکھنے والوں کو کیا کہا جائے گا جو کافر ہونے کے ساتھ ساتھ دشمن بھی ہیں۔ کیا ایسے شخص کو ظالم نہیں کہیں گے؟ کیوں نہیں؟ یہ تو سب سے بڑا ظالم شمار

ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ہمیں بتا دیا ہے کہ مذکورہ آٹھ اشیاء کافروں سے دوستی کا عذر نہیں بن سکتیں لہٰذا کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو اس خوف سے پسند کرے کہ کہیں یہ ضائع نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ ان میں سے کسی بھی چیز کو اللہ نے بطور عذر کے قبول نہیں کیا ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ بہت سے مفسرین کی رائے تو یہ ہے کہ یہ آیت صرف جہاد سے متعلق ہے، آپ نے اسے دیگر مواقع پر کیسے محمول کر لیا؟ اس کا جواب ہم دو طرح سے دیں گے۔

1۔ جب یہ آٹھ چیزیں ترکِ جہاد کے لئے عذر نہیں بن سکتیں جو کہ فرض کفایہ ہے تو مشرکین اور کافروں سے دشمنی و دوستی کے لئے تو کسی بھی صورت میں عذر نہیں بن سکتیں۔

2۔ آیت مذکورہ جس طرح جہاد کے بارے میں ہے اسی طرح اس میں لفظ "**احب الیکم من اللہ و رسولہ**" بھی ہے اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مشرکوں سے عداوت پر ان سب کو قربان کر دیا جائے اور ان سے دشمنی کو مقدم رکھا جائے جس طرح کہ جہاد کو ان پر مقدم رکھا جاتا ہے

میراث الانبیاء کے سلسلہ کے تیسرے رسالے میں ان لوگوں پر ردّ ہے جو اسمبلیوں اور آئین ساز اداروں میں جاتے ہیں اور اس میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ قانون سازی کرنے والے اور قانون ساز (اسمبلی ممبران) کے لئے آواز بلند کرنے والے (حمایتی) دونوں شرکِ اکبر میں مبتلا ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ اور اس کی اعلیٰ صفات کے توسط سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں تمام اقسام کے شرک سے محفوظ رکھے اور ہمیں ظاہر و باطن ہر قسم کے فتنوں سے بچائے اور ہمیں صحیح عقیدہ، قول اور عمل عطا فرمائے، ہمیں کفر اور گمراہی میں جانے سے بچائے۔ اللہ ان سب پر قادر ہے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ وسلم تسلیماً کثیرا

ابو عمر الکویتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ اوّل

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی محمد وآلہ و صحبہ اجمعین

اما بعد!

مسلمانوں کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے کہ توحید بندوں پر اللہ کا حق ہے اور یہی وہ مقصود اصلی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:56)

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

علماء نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ''تاکہ وہ میری وحدانیت تسلیم کریں اور میں ہی انہیں حکم کروں گا اور میں ہی منع کرنے کا اختیار رکھوں گا اور توحید ہی سب سے بڑا عدل ہے''۔ اب جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہوگا تو وہی شخص ہر چیز کو اپنے صحیح مقام پر رکھنے والا شمار ہوگا اور وہی صحیح عبادت کرنے والا ہے۔ فرمانِ ربانی ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آل عمران:18)

اللہ نے گواہی دی اور فرشتوں واہل علم نے بھی کہ وہ (اللہ) ایک ہے، عدل پر قائم ہے، وہی معبود ہے جو غالب حکمت والا ہے۔

توحید کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو افعال، اسماء، صفات، ربوبیت کے اُمور اور اپنی عبادات میں اکیلا و تنہا تسلیم کرلے۔

شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ جس نے شرک کا ارتکاب کیا تو اس نے ایک چیز کو غلط مقام پر رکھ دیا یعنی عبادت اس کے لئے کی جو اس کا مستحق نہیں تھا۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے جس کا یہ مرتکب ہوا ہے۔ جیسا کہ لقمان کا قول اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے کہ:

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان 13).

جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹے شرک مت کرنا بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ نے اپنی عظمت وجلالۃ شان سے متعلق جو اُمور ذکر کئے ہیں کہ اللہ اس دن اس طرح اس طرح کرے گا تو یہ صرف ان کاموں کا ذکر ہے جو عقل میں آ سکنے والے ہیں ورنہ اللہ کی عظمت تو اس سے بہت بلند ہے کہ کسی کی عقل اس کا یا اس کے افعال کا احاطہ کرے جیسا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ما السموات السبع والارض السبع فی کف الرحمن الا کخردلۃ فی کف احدکم

ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ کی ہتھیلی میں ایسی ہیں جیسے تم میں سے کسی کی ہتھیلی میں رائی کا دانہ ہو۔

اب اتنے بڑے رتبے والے اللہ کی عظمت وجلالۃ شان میں کس طرح کسی مخلوق کو شامل کیا جا سکتا ہے جو اپنے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہ رکھتا ہو؟ اگر کوئی اس طرح کرتا ہے تو یہ شرک ہے اور اس کو سب سے بڑی جہالت اور ظلم بھی کہا جا سکتا ہے۔ جس طرح اللہ کے ایک نیک بندے لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ شرک مت کرنا بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے **(لقمان:13) (تاریخ نجد:583)**

شرک کا معنی ہے کسی مخلوق کو اللہ کی صفات، اسماء یا عبادت میں شریک کرنا توحید کو سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت ہوتی ہے اور شرک کے ساتھ جہالت لازم وملزوم ہے جس طرح کہ قرآن نے دونوں صفات کو ان آیات میں اس طرح ذکر کیا ہے۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰكُمْ (محمد:19).

اس بات کو جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے اپنے اور مومن مرد مؤمن عورتوں کے گناہوں کی مغفرت طلب کرو اللہ تمہارا چلنا پھرنا اور تمہارا ٹھکانہ جانتا ہے۔

شرک کے بارے میں فرمایا:

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَأْمُرُوْنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ .(زمر.64)

کہہ دیجئے (اے محمد ﷺ) کہ اے جاہلو تم مجھے حکم کرتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں؟

لہٰذا مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس بات کا علم رکھتا ہو کہ اللہ نے اس پر جو توحید لازم کر رکھی ہے اس کی شروط، ارکان اور نواقض کیا ہیں اور پھر اس حاصل شدہ علم کے مطابق عمل کرے تا کہ اپنے رب کی توحید کی حفاظت کر سکے۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ لا الہ الا اللہ کے مفہوم کو نماز روزہ سے پہلے سمجھنا ضروری ہے اور واجب ہے مسلمان پر لازم ہے کہ وہ نماز روزہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے پہلے لا الہ الا اللہ کا معنی و مطلب معلوم کرے اس طرح شرک کی حرمت اور طاغوت پر ایمان کی حرمت ماؤں اور پھوپھیوں کی حرمت سے بڑھ کر ہے۔ ایمان کا سب سے اعلی درجہ لا الہ الا اللہ کی گواہی ہے اس کا معنی ہے کہ بندہ یہ گواہی دے رہا ہے کہ الوہیت ساری اللہ کے لئے ہے اس میں کوئی نبی، فرشتہ یا ولی شریک نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا بندوں پر حق ہے کہ وہ الوہیت صرف اسی کے لئے ثابت مانیں۔ اور طاغوت کے انکار کا معنی ہے کہ ہر اس چیز سے بیزاری کا اعلان جس کے بارے میں مشرکین کوئی عقیدہ رکھتے ہیں چاہے وہ جن ہو یا انسان ہو یا پتھر، درخت وغیرہ ہو ان سے بیزاری اور نفرت کے ساتھ ساتھ ان کے بارے میں مشرکانہ عقیدہ رکھنے والوں کو کافر اور گمراہ بھی مانے اگرچہ اس طرح کا عقیدہ رکھنے والا باپ ہو یا بھائی ہو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تو صرف اللہ کو پکارتا ہوں اسی کی عبادت کرتا ہوں مگر میں قبروں اور مزارات پر بننے والے قبوں اور عمارتوں یا ان پر منعقد ہونے والے میلے اور عرس وغیرہ کو کچھ نہیں کہتا انہیں روکنے یا انکی ممانعت کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے تو ایسا شخص اپنے دعوی لا الہ الا اللہ میں سچا نہیں ہے وہ اللہ پر ایمان اور طاغوت کا انکار نہیں کر رہا۔ ہم نے ایسے شخص کے بارے میں مختصر سا فیصلہ سنا دیا ہے مگر اسکی مزید تفصیل ضروری ہے دین اسلام اور رسول ﷺ کی رسالت کو سمجھنے کے لئے یہ تفصیلات ضروری ہیں اور مسلمانوں کے سامنے **فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی** (**بقرہ**: 256) کے بارے میں علماء کے اقوال لانا بھی ضروری ہے مسلمان کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ جو توحید رسول

ﷺ نے امت کو سمجھانے کی کوشش کی ہے اسے سمجھنے کی کوشش کرے اور اگر کوئی شخص اس بات سے اعراض کرے منہ موڑے دنیا کو دین پر ترجیح دے تو اللہ اس کی جہالت کی وجہ سے اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے **(مجموعة الفتاوى والرسائل والأجوبة خمسون رسالة فی التوحید للامام محمد بن عبدالوهاب ص 135)**

توحید کی شرائط

شرط کا معنی یہ ہے کہ جب وہ نہ پائی جائے تو مشروط بھی موجود نہ ہو مگر یہ ضروری نہیں کہ جب بھی شرط پائی جائے تو مشروط بھی پایا جائے۔ شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہے یعنی مشروط سے پہلے شرط کا ہونا لازم ہے شرط کی اس اہمیت کی بنا پر ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ توحید کی شرائط معلوم کرے اور ان کو اپنے اندر پیدا کرے اس لئے کہ ان شروط کے نہ ہونے سے توحید بھی معدوم ہو جاتی ہے اور توحید ایمان کی بنیاد ہے گویا ایمان ہی ناپید ہو جاتا ہے جس طرح کہ نماز کی شرائط میں سے اگر کوئی شرط یعنی قبلہ رخ ہونا، ستر ڈھانپنا وغیرہ فوت ہو جائے تو نماز ہی باطل ہو جاتی ہے اس لئے کہ نماز کی صحیح ادائیگی اور قبولیت کے لئے یہ شرائط ہیں ان کی عدم موجودگی میں نماز نہیں ہوتی اسی طرح توحید کی شرائط اگر نہ ہوں تو توحید بھی نہیں ہوگی توحید کی شرائط سات۔

1۔ **علم:۔** جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: **فاعلم انه لا اله الا الله** (محمد . 19) اس بات کو جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ کے بارے میں یہ علم اس لئے ضروری ہے کہ اللہ کے ایک ہونے اور اکیلے ہی مستحق عبادت ہونے سے لاعلمی بندے کے قبول اسلام میں رکاوٹ ہے اس لئے کسی بھی انسان پر اسلام قبول کرنے کیلئے اللہ کی وحدانیت اور مستحق عبادت ہونے کا علم لازم ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

من مات وهو يعلم أنه لا اله الا الله دخل الجنة.

جو اس حال میں مر گیا کہ وہ اس بات کا علم رکھتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو یہ آدمی جنت میں داخل ہوگا۔ **(صحیح مسلم)**

شیخ عبدالرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے علماء نے لا الہ الا اللہ کے معانی اس کے منافی اور اس کو ثابت کرنے والے امور ذکر کئے ہیں جن کا جاننا ضروری ہے کہ انکا جاننا اللہ نے ضروری قرار دیا ہے۔

ابوالمظفر وزیر کہتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ ایک گواہی ہے اور جو شخص کسی بات کی گواہی دے رہا ہو تو اس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اس بات سے واقف ہو جس بات کی گواہی دے رہا ہے لہٰذا جو مسلمان لا الہ الا اللہ کا اقرار کر رہا ہے اسے اس شہادت اور گواہی کے بارے میں علم ہونا چاہیئے اس لئے کہ اسکا حکم اللہ نے دیا ہے کہ:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه

اس بات کو جان رکھو کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

یعنی الوہیت صرف اسی کے لئے واجب ہے کوئی اس کا حق نہیں رکھتا اس طرح اس کلمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ طاغوت کا انکار لازم ہے اللہ پر ایمان ضروری ہے جب کوئی انسان تمام مخلوق سے الوھیت کی نفی کر کے صرف اللہ کے لئے اسے ثابت کرتا ہے تو یہ کفر بالطاغوت اور ایمان باللہ ہے۔ **(الدار السنة 216/2)**

شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابابطین کہتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (ابراهيم 52).

یہ لوگوں تک پہنچانا ہے اور تا کہ اس کے ذریعہ سے (یہ انبیاء) لوگوں کو متنبہ کریں اور یہ لوگ جان لیں کہ وہ اکیلا معبود ہے اور تا کہ عقلمند نصیحت حاصل کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے **لیعلموا انما هو اله** فرمایا ہے جس کا معنی ہے تا کہ وہ اللہ کی وحدانیت کا علم حاصل کریں یہ نہیں فرمایا کہ لیقولوا انما ھوالہ وہ کہیں کہ وہ اللہ ہی اکیلا معبود ہے یعنی صرف کہنا نہیں بلکہ جاننا ضروری ہے دوسری آیت میں فرمایا

اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (زخرف:86).

جس نے حق کی گواہی دی اور وہ اس کا علم بھی رکھتے ہوں۔

یعنی جس بات کا زبان سے اقرار کر رہے ہیں اس کے بارے میں علم بھی ہو علماء نے اس آیت اور اسی طرح کی دوسری آیات سے استدلال کیا ہے کہ انسان پر سب سے پہلے اللہ کے بارے میں معلومات کرنا واجب ہے لا الہ الا اللہ کے بارے میں علم بھی فرائض میں سے ہے اور اس کلمہ کے معنی سے لاعلمی سب سے بڑی جہالت ہے مگر آج کل کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جب ان کے سامنے لا الہ الا اللہ کا معنی و مفہوم بیان کیا جاتا ہے اور انہیں کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی و مطلب کو سیکھیں یاد رکھیں تو وہ کہتے ہیں کہ اسلام نے ہم پر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی کہ ہم لا الہ الا اللہ کا معنی بھی سمجھیں تو ہم ان سے یہ عرض کریں گے کہ آپ پر توحید کو سمجھنا لازم ہے وہ توحید جس کے لئے اللہ نے جن اور انسانوں کو پیدا کیا ہے اور تمام رسولوں کو توحید سمجھانے اور اس کی طرف دعوت دینے کے لئے ہی مبعوث فرمایا ہے۔ اور یہ بھی انسان پر لازم ہے کہ وہ توحید کے مخالف اور متضاد عمل سے بھی واقفیت حاصل کرے یعنی شرک سے جس کی مغفرت کبھی

بھی نہیں ہوسکتی۔

اگر کوئی لاعلمی کی بنا پر بھی شرک کر بیٹھے تو یہ بھی نا قابل معافی ہے اس بارے میں عدم واقفیت کا عذر قبول نہیں ہوگا اس طرح شرک میں کسی کی تقلید و پیروی بھی جائز نہیں جس طرح توحید اسلام کی بنیاد ہے اس طرح شرک اس بنیاد کو ختم کر دینے والا ہے لہٰذا اس میں کسی قسم کی معذرت قابل قبول نہیں ہوتی اس لئے کہ جو شخص معروف کو جانتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ منکر کو بھی معلوم کرے تا کہ اس سے اجتناب کر سکے خاص کر سب سے اہم معروف اور اہم منکر یعنی توحید اور شرک۔(الدارالسنیة 58/12)

شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں شیخ محمد بن عبدالوہاب کا قول ہے کہ صرف لفظی طور پر لا الہ الا اللہ کی شہادت بغیر معنی و مطلب کے سمجھے کافی نہیں ہے اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کئے بغیر کوئی مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ اگر چہ یہ کرامیہ فرقہ کا عقیدہ ونظریہ ہے مگر ان کی یہ باتیں صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کو زبانی اقرار کے باوجود جھوٹا قرار دیا جیسا کہ ارشاد ہے:

اِذَا جَآءَ كَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ. (المنافقون:1)

جب آپ ﷺ کے پاس منافقین آ کر یہ کہیں کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ یہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔

حالانکہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی رسالت کے اقرار کے لئے جو الفاظ استعمال کئے تھے وہ تاکید کا فائدہ دیتے ہیں یعنی اپنے قول کو اچھی طرح ثابت کرنے کی کوشش کی مگر اللہ نے بھی ویسے ہی الفاظ سے انکی تردید و تکذیب کر دی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے لئے صدق و عمل دونوں لازمی ہیں تب ایمان کہلائے گا اب اگر کوئی شخص لا الہ الا اللہ کی گواہی زبان سے دیتا ہے مگر غیر اللہ کی عبادت بھی کرتا ہے تو اس کا یہ لفظی و زبانی دعوی کوئی حیثیت نہیں رکھتا اگر چہ وہ نماز پڑھتا رہے قربانیاں دے روزے رکھے دیگر اسلامی رسوم ادا کرتا رہے اللہ کا ارشاد ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ .(بقرة:85)(الدار السنة 535/12)

تم کتاب کے کچھ حصہ پر ایمان لاتے ہو کچھ حصے کا انکار کرتے ہو؟

لہٰذا مسلمان پر جس طرح توحید کو سمجھنا اور اس کو اپنانا لازم ہے اسی طرح تمام قسم کے شرکیہ افعال واقوال سے اجتناب

بھی ضروری ہے۔

2۔دوسری شرط یقین۔

یعنی توحیداور لا الہ الا اللہ کے معنی ومطلب کو سمجھنے کے بعد اس پر یقین رکھنا اسمیں کسی قسم کا شک نہ کرنا اس بات پر دل سے یقین کرنا کہ اللہ ہی تمام قسم کی عبادات کا اکیلا مستحق ہے اس میں ذرا سا بھی شک یا تردد نہ کرے اللہ تعالی نے مؤمنین کی یہی تعریف کی ہے اور انہیں اپنے دعوی ایمان میں سچا قرار دیا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا بِأَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُوْلٰئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ .**(الحجرات:15)**

مومن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور پھر شک نہیں کیا اور اپنے اموال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔

اس طرح ایک حدیث شریف میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد میں اللہ کا رسول ہوں اور پھر اس گواہی میں شک نہیں کیا تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔**(صحیح مسلم)**۔

3۔تیسری شرط۔قبول کرنا:

یعنی توحید اور لا الہ الا اللہ کے معنی کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسے قبول کرے اور عبادات میں سے کسی بھی قسم کی عبادت کو رد نہ کرے یعنی انکار نہ کرے۔اللہ تعالی نے کفار کی یہی خرابی بیان کی ہے۔

اِنَّھُمْ کَانُوْا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ اَءِ نَّا لَتَارِکُوْا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ **(صافات:35).**

جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تو یہ لوگ تکبر کرتے تھے (کہتے تھے) کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے قول پر اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں؟۔

4۔چوتھی شرط:تابعداری۔

یعنی توحید کو سمجھنے اس پر یقین کرنے اسے قبول کرنے کے بعد اس کے تقاضا کے مطابق عمل کرنا ہے اور وہ اس طرح کہ ہر طاغوت کا انکار اور بیزاری صرف ایک اللہ پر ایمان اس کیلئے خود کو مختص کر دینا۔

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (نساء:65)

تیرے رب کی قسم (اے محمد) یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافی امور میں آپ ﷺ کو حکم نہ مان لیں اور پھر آپ ﷺ کے کیئے ہوئے فیصلے سے اپنے دل میں کوئی خلش محسوس نہ کریں اس فیصلہ کو مکمل طور پر تسلیم کر لیں۔

شرط ثالث اور رابع میں فرق یہ ہے کہ قبول کرنا اقوال میں ہوتا ہے اور تابعداری افعال میں ہوتی ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن حسن کہتے ہیں اسلام صرف دعوے کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام کا مطلب ہے اللہ کی توحید کو اپنانا اور اس کی اطاعت کرنا اس کے سامنے جھکنا اس کی ربوبیت کو تسلیم کرنا اور اللہ کی صفات کو تمام مخلوق سے نفی کرنا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی

جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا تو اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔(بقرہ:256)۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (یوسف 40)الدارالسینة کتاب التوحید2/264)

حکم صرف اللہ کا ہے اس نے یہ حکم دیا ہے کہ صرف اس کی عبادت کرو یہی سیدھا اور قائم رہنے والا دین ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

5۔پانچویں شرط:صدق

یعنی توحید اور کلمہ کے مطلب کو سمجھنے یقین کرنے قبول کرنے تابعداری کرنے کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ ان امور میں انسان سچائی سے کام لے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

ما من احد یشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار .

جس شخص نے اللہ کی وحدانیت محمد کی رسالت وعبدیت کا اقرار دل کی سچائی سے کر لیا تو اللہ نے اسکو جہنم

پر حرام کردیا ہے **(بخاری و مسلم)**

ایک اور مقام پر فرمایا ہے:

من قال لا اله الا الله صادقا من قلبه دخل الجنة (مسنداحمد)

جس نے سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

مگر جو شخص زبان سے اقرار کرتا ہے مگر دل سے کلمہ کے مطالب سے انکاری ہے تو زبانی اقرار کوئی نتیجہ مرتب نہیں کرتا جیسا کہ اللہ تعالی نے منافقین کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

نشهد انک لرسول الله

ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اللہ نے فرمایا:

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهُ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ (منافقون:1)

اللہ بھی گواہی دیتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔

اسی طرح ایک اور آیت میں بھی اللہ نے ایسے لوگوں کی تکذیب کی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ . (بقره:8)

کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔

6۔چھٹی شرط اخلاص۔

مذکورہ تمام باتوں کو تسلیم کرنے میں اخلاص سے کام لے اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ عبادت خالصتاً اللہ کے لئے ہو عبادات میں سے کسی بھی قسم کو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے نہ بجالائے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوْا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ (البينه:5)

انہیں صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے یکطرف ہو کر۔

اس طرح اخلاص کا معنی یہ بھی ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کسی اور کی خاطر کسی اور کی خوشنودی کے لئے نہ ہو نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

فان اللہ حرم علی النار من قال لا الہ الا اللہ یبتغی بذلک وجہ اللہ .

اللہ نے جہنم پر حرام کر دیا ہے اس شخص کو جو لا الہ الا اللہ صرف اللہ کی رضا مندی کے لئے کہتا ہے۔
(بخاری ومسلم)

دوسری حدیث میں ہے آپ نے فرمایا:

اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامۃ من قال لا الہ الا اللہ خالصا مخلصا من قلبہ.

قیامت کے دن میری شفاعت اس خوش نصیب کو حاصل ہوگی جس نے دل کے انتہائی اخلاص کے سا

تھ لا الہ الا اللہ کہا۔(**بخاری**)۔

7۔ساتویں شرط۔محبت۔

مذکورہ تمام شرائط کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ اس کلمہ کے ساتھ دلی محبت رکھے اور اس محبت کا اظہار زبان سے بھی کرے۔اللہ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡدَادًا یُّحِبُّوۡنَھُمۡ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ وَلَوۡیَرَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اِذۡ یَرَوۡنَ الۡعَذَابَ اَنَّ الۡقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعَذَابِ

(البقرۃ165)

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ معبود بناتے ہیں ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہیئے اور جو ایمان والے ہیں وہ اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں اگر ظالم لوگ دیکھ لیں۔جب عذاب تو کہے گے کہ تمام قوت اللہ کے پاس ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

علامہ سلیمان بن سحمان رحمہ اللہ کہتے ہیں دیگر مسائل سے قبل میں لا الہ الا اللہ کا وہ معنی جو علماء نے بیان کیا ہے اور شیخ عبدالرحمٰن نے اس کلمہ کی جو شروط ذکر کی ہیں وہ بتلانا چاہتا ہوں یعنی کلمہ کا علم ،عمل ،اعتقاد کہ ان کے بغیر کوئی بھی شخص صحیح معنوں میں مسلمان نہیں کہلوا سکتا اسی طرح محمد بن عبدالوھاب رحمہ اللہ کے بیان کردہ دس نواقض اسلام بھی بتلانا چاہتا ہوں کہ یہ دونوں باتیں یعنی کلمہ کا مکمل معنی اور اسلام کے نواقض ہی اصل بنیادی باتیں ہیں جن پر دیگر مسائل واحکام کا مدار ہے۔(**الدار السنیۃ کتاب التوحید 349/2**)

علامہ شیخ عبدالرحمٰن بن حسن آل شیخ کہتے ہیں مجھے اس بات سے اتفاق ہے کہ اکثر لوگ لا الہ الا اللہ زبان

سے تو کہتے ہیں مگر اس کے معنی ومفہوم سے ناواقف ہیں لہٰذا آپ سات باتوں کو ہمیشہ مدنظر رکھیں جو اس کلمہ سے متعلق ہیں اوران کے بغیر کوئی مسلمان کفر ونفاق سے محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک کہ یہ سب باتیں اس میں نہ آجائیں اور پھر ان کے مطابق عمل نہ کرلے۔سات باتوں سے مراد ہے صدق دل سے کلمہ کا اقرار اس کلمہ کا علم اس پر عمل ۔اعتقاد ۔اطاعت ۔قبول کرنا اور کلمہ سے محبت لہٰذا اس کلمہ کے بارے میں ایسا علم ضروری ہے جو جہالت کو ختم کردے ایسا اخلاص چاہیئے جو شرک کا خاتمہ کرے ایسا صدق ضروری ہے جو کذب کی نفی کرے اتنا یقین ہو کہ جو ہر قسم کے شکوک و شبہات کو دل سے نکال دے اس کلمہ کی محبت دل میں اتنی ہو کہ جو نفرت کو فنا کردے اتنی سچائی سے اس کلمہ کو قبول کرے کہ رد کرنے کا شائبہ تک نہ رہے۔

منافقین کی طرح نہ رہے کہ زبان سے کہتے ہیں مگر دل میں یقین نہیں ہے مشرکین مکہ کی طرح بھی نہ بنے کہ کلمہ کا معنی ومفہوم تو سمجھتے تھے مگر اس کلمہ کو قبول نہیں کرتے تھے اس طرح اس کلمہ کے مطالب کی ایسی اطاعت کرے جو اس کے تقاضوں اور حقوق کو پورا کرے جو کہ صحیح اسلام کے لئے لازم وضروری ہے اب جو شخص ہماری بیان کردہ باتوں پر یقین کرے ان پر عمل کرلے تو وہ لا الہ الا اللہ کے معانی ومطالب کو سمجھنے میں ذرا سی بھی تاخیر نہیں کرے گا اور پھر وہ دین پر عمل علی وجہ البصیرت کرے گا دین پر ثابت قدم رہے گا اور کبھی سیدھی راہ سے بھٹکے گا نہیں ۔انشاء اللہ) **(الدرء السینة کتاب التوحید 255/2)**

دوسرے نمبر پر ارکان توحید ہیں
یعنی لا الہ الا اللہ کے ارکان

رکن کی تعریف:۔ جس کے عدم سے شئی کا عدم لازم آتا ہے مگر رکن کے وجود سے شئی کا وجود ضروری نہیں ہے رکن اور شرط میں فرق یہ ہے کہ رکن عمل کے اندر ہوتا ہے اور اس پر عمل کے صحت کا مدار ہے جبکہ شرط عمل سے باہر ہوتا ہے اور اس پر عمل کی قبولیت وعدم قبولیت کی بنیاد ہوتی ہے رکن کی تعریف کے بعد ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کہ جس طرح نماز کے ارکان ہیں اور ان کے بغیر نماز نہیں جیسا کہ تکبیر تحریمہ، فاتحہ، سجدہ، رکوع، آخری تشہد، وغیرہ اسی طرح توحید کے بھی ارکان ہیں۔

پہلا رکن: کفر بالطاغوت

دوسرا رکن: صرف ایک اللہ پر ایمان لانا

اللہ کا یہ قول اس پر دلیل ہے۔

فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی

جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا مضبوط کڑے کو تھام لیا۔

(البقرہ:256)۔

کڑے سے مراد لا الہ الا اللہ یعنی توحید ہے۔

ایک صحیح حدیث ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من قال لا اله الا الله و كفر بما يعبد من دون الله فقد حرم ماله ودمه و حسابه على الله عزوجل .

جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا اور اللہ کے علاوہ معبودوں کا انکار کر لیا تو اس کا مال، اسکی جان، محفوظ ہے اور (قیامت میں) اس کا حساب اللہ کے ہاں ہوگا۔**(صحیح مسلم)**

کفر بالطاغوت کا مطلب؟

کوئی بھی شخص اس وقت تک موحد نہیں کہلا سکتا جب تک وہ طاغوت کا انکار نہ کرے اور طاغوت کا انکار تبھی ممکن ہے جب انسان طاغوت کو پہچان لے کہ طاغوت ہے کیا چیز؟ لہٰذا ہم کچھ تفصیل کے ساتھ اسکی تعریف کر دیتے ہیں۔

لغت میں طاغوت طغیان سے مشتق ہے جس کا معنی ہے حد سے گذرنا جیسا کہ قرآن میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ (الحاقه11)

جب پانی حد سے گذر گیا تو ہم نے تمہیں چلتی کشتی میں سوار کرایا۔

شریعت میں طاغوت ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو سرکشی کرے حدود فراموش بنے اللہ کے حقوق میں سے کسی حق کو اپنے لئے ثابت مانے یا اپنی طرف اسکی نسبت کرے اور خود کو اللہ کے برابر قرار دے (یا کسی چیز یا شخص کے لئے اللہ کے حقوق ثابت مانے یا اسے اللہ کے برابر و شریک قرار دے)

مزید وضاحت ہم اس طرح کریں گے کہ کوئی مخلوق تین امور میں سے کسی ایک کو اپنے لئے ثابت مانے وہ طاغوت ہے۔

1۔ کوئی مخلوق اپنے لئے کوئی ایسا فعل ثابت مانے یا اپنی طرف منسوب کرے جو اللہ کے افعال ہیں جیسے پیدا کرنا، رزق دینا، شریعت بنانا وغیرہ جو ان میں سے کسی کام کا دعوی کرے وہ طاغوت ہے۔

2۔ اللہ کی صفات میں سے کوئی صفت اپنے اندر موجود مانے جیسے علم غیب وغیرہ۔

3۔ کسی مخلوق کے لئے عبادت میں کوئی عبادت جیسے دعا، نذر، ذبح، قربانی، فیصلے، وغیرہ میں سے کوئی ایک قسم مانے تو یہ بھی طاغوت ہے یا ایسے کسی عمل پر خاموشی اختیار کرے اس سے بیزاری و براءت کا اظہار نہ کرے۔

ان تینوں امور میں سے اگر کسی شخص نے ایک کو یا تینوں کو اپنی طرف منسوب کر لیا تو وہ طاغوت ہے

امام مالک رحمہ اللہ نے طاغوت کی تعریف اس طرح کی ہے۔

والطاغوت هو كل ما يعبد من دون الله عزوجل (ابن كثير)

طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی عبادت کی جائے اللہ کے علاوہ۔

یہ تعریف جو امام مالکؒ نے کی ہے سب سے عمدہ تعریف ہے کہ اسمیں ما سوی اللہ جس چیز کی بھی عبادت کی جائے وہ شامل ہے ہر باطل معبود طاغوت ہے جیسے بت، قبر، مزار، پوجے جانے والے پتھر، درخت، اور وہ احکام جو اللہ کے حکم کے مقابلہ پر بنائے جائیں اور ان کے مطابق لوگ اپنے فیصلے کریں اس طرح وہ قاضی بھی طاغوت ہیں جو اللہ کے احکام کے مخالف احکام کے مطابق فیصلے کرتے ہیں شیطان اور جادوگر، کاہن و نجومی جو غیب کا دعوی کرتے ہیں سب طاغوت ہیں اس طرح جو لوگ خود کو شریعت ساز سمجھتے ہیں حرام و حلال قرار دینے کا خود کو مجاز سمجھتے ہیں سب طاغوت ہیں ان کا انکار اور ان سے بیزاری و براءت کا اعلان ضروری ہے یہی کفر بالطاغوت ہے۔

علامہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابابطین کہتے ہیں:

علماء کے اقوال سے یہ خلاصہ سامنے آتا ہے کہ لفظ طاغوت سے مراد اللہ کے علاوہ ہر معبود ہے اور ہر وہ شخص یا عمل بھی جو باطل کی طرف دعوت دے یا باطل کو مزین کر کے لوگوں کو دکھائے اسی طرح ہر وہ حاکم و قاضی جسے لوگوں نے احکام جاہلیت (یعنی اللہ و رسول ﷺ کے احکام کے علاوہ) کے احکام کے مطابق فیصلہ کرنے کیلئے مقرر کیا ہو اسی طرح کاہن، جادوگر بتوں کے محافظ و نگران جو لوگوں کو بت پرستی کی دعوت دیتے ہیں اور وہ مجاور جو مزارات کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں سب طاغوت ہیں **(مجموعة التوحيد (183/1)**۔

طاغوتوں کے سرغنہ

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔طواغیت بہت سارے ہیں مگران کے سرغنہ پانچ ہیں

1۔ شیطان جوغیراللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔

اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ

اے اولادِ آدم کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ شیطانِ کی عبادت مت کرو یہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(یٰسٓ:60)۔

2۔ ظالم حکمران جواللہ کے احکام کو بدلتا ہے فیصلے اپنی مرضی اوراپنے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق کرتا ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ آمَنُوۡا بِمَا اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَا اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَ قَدۡ اُمِرُوۡا اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ (النساء :60)

کیا آپ (ﷺ) نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جو بزعم خویش آپ پر نازل کردہ (شریعت) اورآپ سے پہلے نازل ہونے والی شریعتوں پرایمان لائے ہیں (مگران کا حال یہ ہے کہ) وہ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انکوحکم کیا گیاہے کہ وہ طاغوت کاانکارکریں۔

3۔ جواللہ کے نازل کردہ احکام کوچھوڑ کرمخلوق کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق فیصلے کرتے ہیں

وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ (المائدہ:44)

جس نے اللہ کے نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلےنہیں کیئےتو وہ لوگ کافر ہیں۔

شیخ کی مراداس سے وہ قاضی وجج ہیں جواللہ کے احکام کو بدل کراپنے احکام نافذ کرنے والوں کی مرضی کے فیصلے کرتا ہے۔

4۔ جوعلم غیب کادعوی کرتا ہے یااللہ کے علاوہ کسی اور کے لئےعلم غیب کا قائل ہو۔

عٰلِمُ الۡغَيۡبِ فَلَا يُظۡهِرُ عَلٰى غَيۡبِهٖۤ اَحَدًا(الجن :26)

(اللہ) عالم الغیب ہے کسی کواپنے غیب پرغالب نہیں کرتا۔

5۔ اللہ کے علاوہ جس کی پرستش کی جائے اوروہ اس پرراضی ہو۔

وَمَنۡ یَّقُلۡ مِنۡهُمۡ اِنِّیۡۤ اِلٰهٌ مِّنۡ دُوۡنِهٖ فَذٰلِکَ نَجۡزِیۡهِ جَهَنَّمَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الظّٰلِمِیۡنَ . (انبیاء 29.)(مجموعة التوحید15/1)

ان میں سے جس نے کہا کہ میں اللہ کے علاوہ معبود ہوں تو ایسے شخص کو ہم جہنم کی سزاء دیں گے ہم ظالموں کوایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ آیت **و لا یشرک بعبادة ربه احداً** (اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے) کے بارے میں فرماتے ہیں اس آیت کا مطلب اس طرح سمجھنا کہ اس سے مکمل فائدہ حاصل ہو یہ صرف وہی شخص کرسکتا ہے جوتوحید ربوبیت اور توحیدالوھیت میں مکمل تمیز کرسکتا ہواوراس بارے میں لوگوں کے ان عقائد سے بھی واقف ہو جو وہ طواغیت کے بارے میں رکھتے ہیں اسی طرح وہ ان طواغیت سے بھی باخبر ہو جو اللہ کی توحیدربوبیت میں خودکوشریک سمجھتے ہیں حالانکہ یہ شرک ایسا ہے جس تک مشرکین عرب بھی نہیں پہنچ سکے تھےاور ایسے شخص سے بھی واقف ہو جوخودتو طاغوت نہیں ہے مگر طاغوت کا تابع ہےاور ایسے شخص سے بھی واقفیت رکھتا ہو جو اپنے دین کے بارے میں شکوک میں مبتلا ہواور محمد ﷺ کی شریعت اور نصاری کے دین میں فرق نہیں کرسکتا۔

جو شخص ان تمام باتوں کی معلومات رکھتا ہے وہی دراصل توحید کی حمایت اور شرک کی مذمت والی آیات کا مفہوم ومطلب اچھی طرح سمجھ سکتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی سمجھا سکتا ہے۔**(تاریخ نجد ص506)**

طاغوت کا انکار کیسے کیا جائے؟

طاغوت کے انکار کی پانچ صورتیں ہیں۔

1۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ طاغوت کی عبادت باطل ہے۔

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ھُوَ الْبَاطِلُ وَ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ

(حج .62)

اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ لوگ جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ باطل ہے اللہ ہی سب سے بلند اور بڑا ہے۔

2۔ طاغوت کی عبادت چھوڑ دینا اور اس سے اجتناب کرنا۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوْا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ.

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (وہ ان سے کہے) اللہ کی عبادت کرو طاغوت سے اجتناب کرو۔

(النحل:36)۔

فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور .(الحج :62)

بتوں کی ناپاکی سے اجتناب کرو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔

طاغوت کی عبادت اور بتوں کی پرستش یہی ہے کہ انہیں طاقت کا مالک مانا جائے اور ان سے مدد مانگی جائے ان کے لئے نذرونیاز دیئے جائیں۔

ابن کثیر نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر 256 کی تفسیر میں کہا ہے کہ اہل جاہلیت کا شرک یہی تھا۔

طاغوت کو چھوڑ دینے کی تین اقسام ہیں۔

1۔اعتقادی۔ 2۔قولی۔ 3۔فعلی۔

جب تک کوئی مسلمان ان تینوں طریقوں سے طاغوت کو نہیں چھوڑے گا تو وہ طاغوت کے چھوڑنے والوں میں شمار نہیں ہوگا اس لئے کہ منافقین کا وطیرہ یہ تھا کہ قولی اور فعلی طور پر طاغوت کو چھوڑ دیا تھا مگر اعتقادی طور پر نہیں چھوڑا تھا اسی طرح کچھ لوگ اعتقادی طور پر چھوڑ دیتے ہیں مگر قولی نہیں جس طرح کہ وہ لوگ جو غیر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔

بعض لوگ اعتقاداً چھوڑ دیتے ہیں مگر فعلاً نہیں جیسے طاغوت کے سامنے سجدہ کرنے والے ان کے نام کی نذر نیاز دینے والے یا ان سے فیصلے کرانے والے یا ایسے لوگوں کے عقائد کو صحیح تسلیم کرنے والے بھی عملاً طاغوت کو چھوڑنے والوں میں شمار نہیں ہوں گے۔ لہٰذا جب تک ترک طاغوت کی مذکورہ تینوں صورتیں کسی میں موجود نہ ہوں اس وقت تک اسے تارک طاغوت نہیں سمجھا جائے گا۔ شیخ سلیمان بن عبداللہ نے (**الم تر الی الذین یزعمون** ....) آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان پر فرض ہے کہ وہ کتاب وسنت کے علاوہ کسی اور قانون کے مطابق کئے گئے فیصلوں کو چھوڑ دے اور خود بھی کبھی قرآن وسنت کے علاوہ کسی اور قانون کے پاس اپنے مقدمات نہ لے جائے اگر کوئی شخص اللہ ورسول کے قوانین کو چھوڑ کر دوسرے قوانین کی طرف اپنے معاملات لیجاتا ہے تو وہ مؤمن تو کیا مسلمان بھی نہیں ہے یہاں ایک بات بھی قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ جہاں اللہ نے ہمیں طاغوت کے انکار کا حکم دیا ہے اور اس سے اجتناب کی تاکید کی ہے وہاں ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ ہم طاغوت کی طاغوطیت سے بھی خود کو بچائیں اور اللہ کے حقوق میں سے کوئی اور حق اسے نہ دیں۔ مثلاً اگر کوئی شے یا شخص اس وجہ سے طاغوت کہلاتا ہے کہ لوگ اس سے مرادیں مانگتے ہیں مصائب میں اس کے سامنے فریاد کرتے ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ ہم اس سے مرادیں نہ مانگیں تکالیف میں اسے نہ پکاریں اور اگر کوئی اس وجہ سے طاغوت کہلاتا ہے کہ اس کے مقربین ومتوسلین اس کے نام پر ذبیحہ وقربانی کرتے ہیں تو ہم پر لازم ہے کہ ہم اس کے نام پر ذبیحہ نہ کریں اس طرح کہ اگر کوئی اس بنا پر طاغوت ہے کہ لوگ اس کے پاس اپنے مقدمات اور فیصلے لیجاتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس سے فیصلے نہ کرائیں۔
امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ کتاب اللہ کے بغیر اگر کوئی حکمران یا قاضی فیصلہ کرتا ہے تو اسے طاغوت کہا جاتا ہے (**مجموعۃ الفتاوی 28/201**)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر قوم کا طاغوت وہ ہے جس کے پاس وہ اپنے فیصلے لیجاتے ہیں (اور وہ اللہ ورسول کے احکام کے بغیر کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہو) (**اعلام الموقعین 40/1**)

3۔ طاغوت سے دشمنی۔

اللہ تعالی نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قول بطور حکایت کے بیان کر کے فرمایا ہے:

قَالَ اَفَرَأَيْتُمۡ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَاۤؤُكُمُ الۡاَقۡدَمُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ عَدُوٌّ لِّىۡۤ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ

(الشعراء :75تا78)

(ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے) کہا کہ مجھے بتاؤ (انکی حقیقت) جنکی تم عبادت کرتے ہوتم بھی اور تمہارے باپ دادا بھی یہ (تمہارے معبود) میرے دشمن ہیں سوائے رب العلمین کے۔

4۔طاغوت سے نفرت۔

اللہ کا ارشاد ہے:

قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ‌ اِذۡ قَالُوۡا لِقَوۡمِهِمۡ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةُ وَالۡبَغۡضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗۤ **(الممتحنہ :4)**

تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام اوراس کے ساتھیوں کی سیرت بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم اور تمہارے ان معبودوں سے بیزار ہیں جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو ہم تمہارے ان عقائد کا انکار کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان عداوت اور نفرت ظاہر ہوچکی جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ.

ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (جوان سے کہتا تھا) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔**(النحل:36)**۔

اس آیت کی تفسیر میں الدارالسنیۃ میں لکھا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر ایک شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے اس سے محبت کرتا ہے اللہ کے پسندیدہ اُمور کو پسند کرتا ہے مگر مشرکین کے عقائد کی وجہ سے ان سے نفرت نہیں کرتا ان سے دشمنی نہیں رکھتا تو یہ شخص خود کو طاغوت سے اجتناب کرنے والا نہ سمجھے اور جب کوئی شخص طاغوت سے نہیں بچتا وہ اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا لہٰذا کافر شمار ہوگا۔ اگرچہ سب سے زیادہ عبادت گذار ہو رات کو تہجد پڑھتا ہو دن کو روزے رکھتا ہو اسکی مثال ایسی ہے جیسا غسل جنابت کئے بغیر نماز پڑھ لی ہو یا سخت گرمی میں روزہ رکھ کر روزے کے دوران بدکاری کی ہو۔

5۔کافر سمجھنا۔

یعنی طاغوت اور طاغوت کی عبادت کرنے والے کو اور ہر اس شخص کو کافر سمجھنا جو کفریہ طریقے خود اختیار کرے یا دوسروں کو اسکی طرف دعوت دے۔

امام محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں۔ اللہ نے ابن آدم پر سب سے پہلا کام جو فرض کیا ہے وہ ہے طاغوت کا انکار اور اللہ پر ایمان لانا جیسا کہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوْا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ. (النحل:36)

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (جو ان سے کہتا تھا) اللہ کی عبادت کرو طاغوت سے بچو۔

طاغوت کے انکار کا مقصد یہ ہے کہ انسان غیر اللہ کی عبادت کو بالکل باطل سمجھے اسے چھوڑ دے اس سے نفرت کرے اور طاغوت کی عبادت کرنے والوں کو کافر سمجھے اور ان سے عداوت رکھے۔ اسی طرح یہ بھی فرماتے ہیں کہ انسان اس وقت تک مسلمان نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ طاغوت کا انکار نہ کرے اس لئے کہ اللہ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی

جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا **(البقرہ.256)۔(مجموعة التوحید ص 15-14).**

نیز دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ میرے بھائیو تمہیں اللہ کا واسطہ اپنے دین کی بنیاد کو تھام لو شروع سے آخر تک اور یہ بنیاد ہے لا الہ الا اللہ۔ اس کا معنی و مطلب سمجھو اس سے محبت رکھو اس کے ماننے والوں سے محبت رکھو انہیں اپنا بھائی بناؤ اگر چہ وہ تم سے دور ہی کیوں نہ ہوں طاغوت کا انکار کرو اس سے نفرت کرو طاغوت کے ماننے والوں سے نفرت کرو ان سے محبت کرنے والوں سے بھی نفرت کرو ان سے بھی نفرت کرو جو انکی حمایت کرتے ہیں یا ان کو کافر نہیں سمجھتے یا یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ان کے کرتوتوں سے کیا واسطہ؟ یا یہ کہے کہ یہ میری ذمہ داری نہیں کہ میں طاغوت کے پیروکاروں سے دشمنی کروں۔ اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے تو وہ اللہ کی بات کو جھٹلاتا ہے بلکہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اس لئے کہ اللہ نے اس پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے اس پر فرض کر دیا ہے کہ وہ طاغوت کا انکار کرے اس سے اور اس کے ماننے والوں سے نفرت اور بیزاری و برءت کا اعلان کرے اگر چہ وہ اس کے بھائی یا اولاد ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا ان باتوں کو مضبوطی سے تھام لو تا کہ تم اللہ کے پاس جب جاؤ تو مشرک بن کے نہ جاؤ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسلام پر موت دے اور ہمیں صالحین کے ساتھ یکجا کر دے۔ **(مجموعة التوحید. ص 141/1) .**

2۔دوسرا رکن۔اللہ پر ایمان لانا۔

توحید کے ارکان میں سے دوسرا رکن ہے ایک اللہ پر ایمان لانا۔

اللہ پر ایمان کا مطلب ہے کہ ایک اور اکیلے اللہ پر ہر قسم کا یقین اور اس کو تمام افعال ربوبیت میں اسماء وصفات میں ۔عبادت کی تمام اقسام میں اکیلا ماننا اللہ پر ایمان کی تین قسمیں ہیں۔

1۔ اللہ کی ربوبیت پر ایمان لانا۔یعنی اللہ کے ان افعال پر ایمان جو اس کی ربوبیت کے ساتھ خاص ہیں جیسے پیدا کرنا۔رزق دینا۔قانون وشریعت بنانا ان سب میں اللہ کو ایک ماننا ان میں کسی بھی شیئ کو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے ثابت نہ ماننا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَاءِ کُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ. (الروم : 40)

اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا پھر مار دے گا پھر زندہ کر دے گا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو یہ کام کر سکے پاک ہے اللہ اور بلند ہے ان سب سے جنہیں یہ شریک کرتے ہیں۔

2۔ اللہ کے ناموں اور صفات پر ایمان لانا۔یعنی جو صفات یا اسماء اللہ نے اپنے لئے بیان کئے ہیں یا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے بیان کی ہیں وہ ثابت ماننا بغیر کسی کیفیت، تعطیل، تحریف، اور تمثیل کے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ .(شوری:11)

اس (اللہ) کے مثل کوئی چیز نہیں وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس طرح اللہ کو اکیلا اور ایک ماننا ان اسماء اور صفات میں جو صرف اسی کے لئے لائق ہیں۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ (نمل:65)

کہہ دیجئے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔

3۔ **اللہ کی الوہیت پر ایمان لانا**۔یعنی اس بات کا اقرار و یقین کہ ایک اکیلا اللہ ہی الہ اور معبود ہے اور جتنی بھی عبادات ہیں دعاء، رکوع، سجود، نذر و نیاز وغیرہ صرف اسی کا حق ہے ان تمام عبادات میں اسکو اکیلا ماننا ان میں سے کوئی عمل کسی اور کے لئے نہ کرنا۔

وَاعۡبُدُوۡا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا(نساء:36)

اور اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔

بندہ موحد کس طرح بنتا ہے؟

کوئی بھی شخص موحد نہیں بن سکتا جب تک کہ دو خوبیاں اسمیں نہ پائی جائیں۔

1۔ اللہ کا حق پہچانے اور وہ حق صرف اسی اللہ کے لئے ثابت مانے اسمیں کسی اور کو شریک نہ کرے۔

اللہ کے حقوق تین ہیں۔

پہلا حق: وہ افعال جو اسکی ربوبیت کے ساتھ خاص ہیں صرف اس کے لئے ہیں اس میں کسی اور کو شریک کرنا کسی انسان کے لئے جائز نہیں ہے نہ کسی نبی کے لئے نہ فرشتے کے لئے۔

وہ افعال یہ ہیں کہ اللہ نے مخلوق کو انصاف سے پیدا کیا ہے انصاف سے رزق دے رہا ہے زندگی دیتا ہے موت اس کے اختیار میں ہے نفع ،نقصان کا مالک ہے تمام امور کائنات کی تدبیر کرتا ہے احکام جاری کرتا ہے قوانین دیتا ہے ہر چیز کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہے۔

دوسرا حق: وہ اسماء وصفات جو اللہ کے لئے خاص ہیں ان میں کسی اور کو شریک نہ کیا جائے کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ یہ صفات کسی اور کے لئے ثابت مانے چاہے کوئی فرشتہ ہو یا کوئی نبی کسی میں اللہ کی صفات نہیں پائی جاسکتیں اللہ کے خاص اسماء یہ ہیں اللہ، الاحد، الصمد، الرحمٰن، القدوس وغیرہ البتہ اللہ کے دیگر نام جیسے الکریم الرحیم الملک تو وہ اللہ اور بندوں میں مشترک مستعمل ہیں۔

اسی طرح جو صفات صرف اللہ کے ساتھ خاص ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ کی قدرت کاملہ کہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کمال العلم کہ ہر چیز تک اسکا علم محیط ہے علم غیب بھی اسکی خاص صفت ہے کمال السمع یعنی قریب وبعید سب سنتا ہے اسی طرح کی وہ صفات کمال جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے ثابت کرنا منع ہے۔

تیسرا حق: عبادات صرف اللہ کے لئے خاص ہیں یہ اللہ کا بندوں پر حق ہے کہ وہ عبادات صرف اللہ کے لئے کریں اور ان عبادات میں اسے اکیلا سمجھیں اس لئے کہ اسی اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے انہیں رزق دیا ہے وہی ان کو موت اور مرنے کے بعد زندگی عطا کرے گا۔

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ ثُمَّ رَزَقَکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ہَلۡ مِنۡ شُرَکَآئِکُمۡ مَّنۡ یَّفۡعَلُ مِنۡ ذٰلِکُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ۔(الروم : 40)

اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا پھر تمہیں موت اور اس کے بعد زندگی دے گا کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی کام کر سکے وہ اللہ پاک ہے اس سے جسے یہ لوگ شریک بناتے ہیں۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں:

میں نبی کریم ﷺ کیساتھ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا تھا آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا معاذ تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے جنہوں نے شرک نہیں کیا۔ میں نے کہا اللہ کے رسول میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں ورنہ وہ اس پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہیں گے **(بخاری و مسلم)**

جو عبادات اللہ کے لئے خاص ہیں وہ یہ ہیں دعاء، رکوع، سجدہ، محبت، تعظیم، خوف، امید، رجوع، (اللہ کی طرف) رغبت، ڈرنا، عاجزی، خشیت، بھروسہ، فریاد کرنا، مدد مانگنا، پناہ مانگنا، نذر، ذبح، طواف، فیصلے، احکام ماننا، ان کے علاوہ بھی عبادات کی جو اقسام ہیں وہ سب صرف اللہ کے لئے ہیں ان میں سے کوئی بھی عبادت کسی اور کے لئے جائز نہیں جو ایسا کرے گا وہ مشرک شمار ہوگا چاہے وہ نماز پڑھے روزے رکھے حج کرے اور خود کو مسلمان سمجھتا رہے۔

دوسری خوبی: جو موحد بننے کے لئے لازمی ہے: کہ اپنے عقیدے، قول وفعل سے اللہ کو ایک مانے اس لئے کہ اللہ کی عبادت اور توحید کی بنیاد دو ارکان پر ہے۔

پہلا رکن: کفر بالطاغوت اور دوسرا رکن ہے ایک اللہ پر ایمان۔

کفر بالطاغوت ارکان توحید میں سے پہلا رکن ہے اور یہ رکن تب ہی صحیح ہوگا جب بندہ اپنے عقیدے، عمل اور عبادت سے ثابت کر دیگا اس وقت طاغوت کا منکر شمار ہوگا اگر ان تینوں سے (عقیدہ، عبادت، عمل) میں سے کسی ایک میں بھی کمی کر دی تو طاغوت کا منکر نہیں کہلائے گا۔ اس بات کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوْا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل:36)

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو طاغوت سے اجتناب کرو۔

اور سابقہ سطور میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ طاغوت کا انکار عقیدہ، عبادت، اور عمل سے ہوتا ہے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ اگر ایک انسان یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ صرف اللہ ہی قانون ساز ہے اور اس عقیدے کا زبان سے اقرار بھی کرتا ہو مگر عملی طور پر وہ کوئی کفریہ کام کرے یعنی ایسا عمل کرے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اس نے کسی اور کو قانون ساز تسلیم کر لیا اور اسے بنانے کا اتنا اختیار دیدیا جتنا کہ صرف اللہ کا حق ہے تو ایسا شخص اس وقت مشرک شمار ہوگا یعنی اللہ کی ربوبیت میں شرک کر رہا ہے۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ بات یاد رکھو کہ اللہ کے دین کا مطلب ہے دل سے اعتقاد محبت بغض اور زبان سے اقرار اور زبان کو کفریہ کلمات سے محفوظ رکھنا۔ اعضاء سے ارکان اسلام کو بجالانا اور ان افعال کو نہ کرنا جن سے کفر لازم آتا ہے اگر ان تینوں میں سے کسی ایک میں کمی ہوگئی تو انسان کافر اور مرتد ہوجاتا ہے صرف ایک اللہ پر ایمان لانا ارکان توحید میں سے دوسرا رکن ہے مگر یہ رکن اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک بندہ اپنے رب پر اعتقادی، قولی اور فعلی ایمان نہ لائے جب یہ سب کرے گا تو تب مومن شمار ہوگا اگر ان تینوں لازمی امور میں سے کوئی ایک بھی کم ہو تو بندہ مومن شمار نہیں ہوگا۔ **(الدار السنية كتاب الحكم المرتد 87/8)**

اس بارے میں امام آجری نے اپنی کتاب: الشریعہ میں باب باندھ کر لکھا ہے۔ باب القول .... کہ ایمان دل کی تصدیق زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے اور انسان اس وقت مومن کہلا سکتا ہے جب اس میں یہ تینوں خوبیاں جمع ہوجائیں لہٰذا کوئی بھی انسان دو امور کی وجہ سے موحد کہلا سکتا ہے۔

1۔ اللہ کا حق پہچان لے (یہ حقوق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں)۔

2۔ عقیدہ، قول اور عمل سے اللہ کو ایک مانے ہم یہ بھی واضح کر چکے ہیں کہ اعتقاد، قول اور عمل سے اللہ کی عبادت کی کیفیت کیا ہے؟ یعنی یہ کہ انسان میں کفر بالطاغوت اور ایمان باللہ کی تمام شرائط مکمل طور پر پائی جائیں۔

امام محمد بن عبدالوہابؒ اپنے رسالہ کشف الشبھات میں فرماتے ہیں اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ توحید اعتقاد، قول اور عمل کا نام ہے اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو تو انسان مسلمان نہیں کہلائے گا۔

نیز فرماتے ہیں کہ امت میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ توحید کے لئے ضروری ہے کہ وہ دل سے ہو یعنی اس سے مراد علم ہے زبان سے یعنی اقرار اور عمل سے یعنی اوامر و نواہی کا نفاذ اعضاء سے اگر ان تینوں میں

سے کسی ایک میں کمی آ گئی تو آدمی مسلمان نہیں کہلائے گا اگر توحید کا اقرار کرتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا تو وہ کافر ہے فرعون و ابلیس کی طرح۔ اور اگر ظاہری طور پر توحید پر عمل کرتا ہے اور دل میں اسکا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ پکا منافق ہے اور کافر سے بھی بدتر ہے۔ **(الدار السنية 124/2)**

شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابابطینؒ فرماتے ہیں:

جب مسلمان اس کلمہ کی عظمت کو پہچان لے اور اس کے اقرار سے جو پابندیاں اس پر عائد ہوتی ہیں انہیں بھی جان لے تو اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ دل میں اس پر عقیدہ رکھے، زبان سے اقرار کرے اعضاء سے عمل کرے اگر ان تینوں میں سے کوئی بھی کم ہو تو آدمی مسلمان نہیں کہلائے گا اگر آدمی مسلمان بن جائے اور ارکان پر عمل بھی کرے مگر پھر اس سے کوئی عمل قول یا اعتقاد اس طرح کا سرزد ہو جائے جو ان کے منافی ہو تو یہ سب کچھ اسے فائدہ نہیں دے گا ۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا جنھوں نے غزوہ نبوت کے بارے میں نازیبا کلمات منہ سے نکالے تھے۔

لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ (توبه:66)

بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

دوسروں کے بارے میں فرمایا:

وَلَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ وَ كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ (توبه:73)

انہوں نے کفریہ بات کی ہے اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا ہے۔ **(مجموعة التوحيد الرسالة الثامنة)**

سلیمان بن سحمانؒ فرماتے ہیں:

لا الہ الا اللہ کی گواہی میں ضروری ہے کہ دل سے اعتقاد زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل ہو اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی کمی ہوئی تو آدمی مسلمان نہیں رہے گا جب آدمی مسلمان ہو ارکان پر عمل پیرا ہو اور پھر اس سے کوئی ایسا عمل، قول، یا اعتقادی کام سرزد ہو جائے جو اس اقرار کے منافی ہو تو صرف لا الہ الا اللہ کا اقرار کوئی فائدہ نہیں دے گا قرآن و سنت اور ائمہ کے اقوال میں اس بات پر بے شمار دلائل ہیں۔ **(الدارالسنية 350/2)**

علامہ عبدالرحمٰن بن حسن کہتے ہیں:

فقہاء نے مرتد کے حکم کے بارے کہا ہے کہ آدمی اگر چہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا اقرار کر رہا ہو روزے

رکھتا ہونماز پڑھتا ہوصدقات دیتا ہومگر کوئی ایک قول یا عمل اسکو مرتد (کافر) بنا دیتا ہے اوراس کے تمام اعمال باطل ہوجاتے ہیں خاص کراس صورت میں کہ اگر وہ اس حالت پر مرگیا البتہ اگر مرنے سے پہلے کسی نے توبہ کرلی تو اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔**(الدار السنية :586/11)**

نواقض توحید

یعنی لا الہ الا اللہ کے منافی امور

نواقض کہتے ہیں کسی عمل کو خراب، فاسد، باطل کرنے والے امور عمل، قول کو۔ ہر مسلمان موحد پر اسی طرح لازم ہے کہ وہ ایسے اعمال و اقوال اور امور سے واقف ہو جو توحید کو فاسد یا باطل کرنے والے ہیں جس طرح کہ نماز کو باطل کرنے والے اعمال سے ایک نمازی کو واقف ہونا چاہیئے جس طرح بعض اعمال جیسے کھانا پینا ہسنا نماز کو باطل کر دیتے ہیں اسی طرح توحید کو باطل کرنے والے بھی کچھ اعمال ہیں جب کوئی موحد ان میں سے کسی کا مرتکب ہوتا ہے تو اسکی توحید باطل ہو جاتی ہے وہ مشرک کافر بن جاتا ہے۔

توحید کے نواقض مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (الزمر:65)

(اے محمد ﷺ) آپ کو اور آپ سے پہلے والے (انبیاء کو) وحی کی گئی تھی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والے ہو گے۔

2۔ اپنے اور اللہ کے درمیان واسطے بنانا ان کو سفارشی بنانا ان پر بھروسہ کرنا۔

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ مَالَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ ھٰؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللہِ. (یونس :18)

یہ لوگ اللہ کے علاوہ ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نقصان دے سکتے ہیں نہ فائدہ۔ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

یہی حال وحکم ان لوگوں کا بھی ہے جو قبروں اور مزارات پر حاضریاں دیتے ہیں وہاں وہ عبادات بجالاتے ہیں جو صرف اللہ کے لئے لائق ہیں جیسے دعا، نذر، ذبح فریاد کرنا، قبروں کے گرد طواف کرنا یہ سب کام وہ اس امید پر کرتے ہیں کہ یہ قبروں اور مزاروں والے اللہ کے ہاں ان کی شفاعت کریں گے

3۔ جو شخص مشرکوں کو کافر نہیں سمجھتا یا ان کے کفر میں شک کرتا ہے یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھتا ہے تو یہ شخص کافر ہے شک کا مطلب یہاں یہ ہے کہ کوئی مسلمان اس شخص کے کافر ہونے میں شک کرے جسے امت محمدیہ نے بالاتفاق کافر قرار دیا ہو جیسے عیسائی، مشرکین وغیرہ۔

مشرکین سے مراد دور جاہلیت کے مشرکین بھی مراد ہیں جو خود کو مشرک ہی قرار دیتے تھے اور موجودہ دور کے مشرک بھی مراد ہیں جو دعوی تو اسلام اور ایمان کا کرتے ہیں مگر اللہ کا حق غیروں کو دیتے ہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ شرک چند مخصوص چیزوں کا نام نہیں بلکہ شرک یہ ہے کہ اللہ کے لئے جو اعمال وصفات خاص ہیں وہ کسی اور کیلئے ماننا اُسے آپ چاہیں تو جاہلیت کا نام دیدیں یا کوئی سا بھی نام رکھ لیں۔ **(الدرء النضیه ضمن الرسائل السلفية ص 18)۔**

4۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کے دین میں سے کسی ثواب یا عذاب کا مذاق اڑایا۔

قُلْ اَبِا اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ.
(توبہ:66)

(اے محمد ﷺ) ان سے کہہ دیجئے کیا اللہ یا اس کی نشانیوں اور اس کے رسول ﷺ کا تم مذاق اڑاتے ہو؟ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

5۔ جادو۔ اس میں وہ سارے اعمال، تعویذات شامل ہیں جو دو افراد یعنی میاں بیوی میں نفرت یا جدائی پیدا کرتے ہوں۔ یا ایسے تعویذ گنڈے جو دو افراد میں محبت پیدا کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں یہ سب اعمال جادو میں شمار ہوتے ہیں یہ شرکیہ اعمال ہیں اس لئے کہ ان کو نفع و نقصان کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے نفع یا نقصان کی توقع رکھنا شرک و کفر ہے۔

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ. (بقرہ:102)

وہ (ہاروت ماروت) کسی کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم فتنہ ہیں تم کفر مت کرو۔

6۔ مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد کرنا۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ. (مائدہ:51)

جس نے تم میں سے ان کافروں سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہوگا۔اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔**(مجموعة التوحيد)**۔

7۔ بت یا کسی اور غیر اللہ کی قسم کھانا یا لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق حکومت چلانا یا عمل کرنا۔

امام محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں:

اللہ کا دین دلی اعتقاد محبت ونفرت اور زبان سے اقرار کفر سے انکار اعضاء سے عمل کفریہ اعمال کے ترک کا نام ہے اگر ان میں سے کوئی ایک بھی کم ہو تو آدمی کافر و مرتد بن جائے گا۔**(الدار السنية 81/8)**

اپنے رسالہ کشف الشبہات میں لکھتے ہیں جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ منافقین نبی ﷺ کے ساتھ جہاد میں بھی شریک ہوتے تھے مگر ایک کفریہ کلمہ کی وجہ سے کافر قرار پائے حالانکہ انہوں نے مزاح میں منہ سے ایسا کلمہ نکالا تھا تو جو شخص کفریہ باتیں کرتا ہے یا کسی مالی یا دیگر منفعت کی خاطر کفریہ عمل کرتا ہے یا کسی کو خوش کرنے کے لئے ایسی بات کرتا ہے تو منافقین کی باتوں کی بنسبت یہ زیادہ مزاح کرنے والا ہے (لہٰذا اس کے بارے میں حکم کیا ہونا چاہیئے یہ ہر مسلمان اچھی طرح سمجھ سکتا ہے)۔

8۔ کوئی بندہ محبت میں اللہ کے ساتھ شریک یا ساجھی بنائے (یعنی اللہ کے ساتھ ساتھ کسی اور کے ساتھ بھی محبت رکھے) امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور شرک یہ ہے کہ اللہ سے محبت میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقره:165)

کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے علاوہ شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کی جاتی ہے اور مومن اللہ سے شدید محبت کرنے والے ہیں **(الجواب الكافی)**

توحید اور لا الہ الا اللہ کے معنی سے متعلق

محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے ارشادات

امام محمد بن عبدالوہابؒ لا الہ الا اللہ کے معنی کے بارے میں فرماتے ہیں لا الہ الا اللہ ایک بلند رتبہ اور قابل احترام کلمہ ہے جس نے اسے تھام لیا وہ محفوظ رہا جس نے اسے اپنا لیا وہ نجات پا گیا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

من قال لا الہ الا اللہ و کفر بما یعبد من دون الله حرم ما له و دمه و حسابه علی الله عزوجل

جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اور اللہ کے علاوہ معبودوں کا انکار کر لیا تو اس کا مال اور اس کی جان محفوظ ہوگئی۔ **(رواہ مسلم)**۔

حدیث مذکور اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ ایک لا الہ کا لفظ ہے اور ایک اس کا معنی ہے لیکن اس بارے میں لوگ تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔

1۔ وہ فرقہ ہے جنھوں نے زبان سے کلمہ ادا کیا اور اسے ثابت و حق مانا اور یہ بھی جان لیا کہ اس کا ایک معنی ہے اس معنی پر عمل کر لیا اس طرح کلمہ کے نواقض ہیں ان نواقض سے اجتناب کیا۔

2۔ دوسرا فرقہ وہ ہے جس نے ظاہری طور پر اس کلمہ کا اقرار کیا اپنے آپ کو ظاہری اور قولی طور پر اس کے مطابق بنایا مگر دل میں کفر اور شرک چھپائے رکھا۔

3۔ تیسرا فرقہ وہ ہے جس نے اس کا اقرار کیا مگر اس کے معنی پر عمل نہ کیا بلکہ اس کے برعکس عمل کیا یہ لوگ وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الذین ضل سعیھم فی الحیاۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا.

یہ وہی لوگ ہیں جن کی کوششیں دنیا میں برباد ہوئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

پہلا فرقہ ناجیہ ہے وہی حقیقی مؤمن ہیں دوسرا فرقہ منافقین کا ہے تیسرا فرقہ مشرکین کا ہے۔

لا الہ الا اللہ ایک قلعہ ہے مگر ان لوگوں نے اس پر جھوٹ کا منجنیق نصب کر رکھا ہے اس قلعہ کو برباد کرنے کے لئے پتھر مارتے ہیں تو اس قلعہ میں دشمن داخل ہو گئے ہیں جس نے ان سے معنی چھین لئے ہیں اور صرف صورت کے ساتھ انہیں

چھوڑ دیا ہے جبکہ حدیث شریف میں آتا ہے:

ان اللہ لا ینظر الی صورکم وابدانکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم.

اللہ تمہاری صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

ان لوگوں نے لا الہ الا اللہ کا معنی چھوڑ دیا ہے تو ان کے پاس صرف زبان کی اچھی ادائیگی اور حروف کا رٹہ رہ گیا ہے مگر جس طرح آگ کا بار بار تذکرہ کبھی کسی چیز کو جلا نہیں سکتا اور پانی کا صرف ذکر کسی چیز کو ڈبو نہیں سکتا روٹی کا تذکرہ پیٹ نہیں بھر سکتا تلوار کے ذکر سے کوئی چیز کاٹی نہیں جا سکتی اسی طرح قلعے کا صرف تذکرہ تحفظ فراہم نہیں کر سکتا اسی طرح لا الہ الا اللہ میں قول چھلکا ہے اور معنی مغز ہے۔ قول سیپی ہے اور معنی موتی ہے۔ جب مغز نہ ہو تو صرف چھلکا کس کام کا ؟ جب موتی نہ ہو تو سیپی کس فائدے کی؟ لا الہ الا اللہ اپنے معنی کے ساتھ ہو تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے جسم کے ساتھ روح اور جسم روح کے بغیر بیکار ہے اسی طرح اس کلمہ کا فائدہ اس کے معنی کے بغیر نہیں ہے اللہ کی صفت فضل ہے تو انہوں نے اس کلمہ کے ظاہری صورت اور معنی سمیت اپنا لیا اس کی صورت سے اپنے ظاہر کو مزین کیا اقرار کر کے اور اپنے باطن کو اس کو معنی سے آراستہ کر لیا تصدیق کر کے یہ لوگ علماء فضل کہلاتے ہیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آل عمران:18).

اللہ نے گواہی دی کہ اس کے علاوہ کوئی الہ نہیں فرشتوں اور علم والوں نے (بھی گواہی دی) وہ اللہ انصاف پر قائم ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (عدل کا لفظ ثواب و عذاب کے لحاظ سے فضل کے مقابلہ پر استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ایک عربی شاعر نے کہا ہے۔

فان یثبنا فمحض الفضل ......و ان یعذبنا فبمحض العدل .

اگر اللہ ہمیں ثواب دے گا تو یہ صرف اپنے فضل کی بنیاد پر ہوگا اور اگر عذاب کرے گا تو یہ اس کا عدل ہے۔

جہاں تک اللہ کے عدل کی بات ہے تو اس میں لفظ کو تو لے لیا مگر معنی کو چھوڑ دیا ہے اپنے ظاہر کو اقرار سے مزین کر لیا اور باطن کو کفر سے تاریک کر لیا (اس لئے کہ) انہوں نے خیر و شر کا اعتقاد ان کے بارے میں رکھا جن کے اختیار میں یہ دونوں نہیں لہٰذا ان کے دل سیاہ اور تاریک ہیں اللہ نے ان کو ایسی صلاحیت نہیں دی جس کے ذریعے سے یہ حق و باطل

کو پہچان سکیں قیامت میں بھی یہ لوگ اپنے کفر کے اندھیروں میں رہیں گے۔

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ (البقرہ: 17)

اللہ نے ان کا نور چھین لیا ہے انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا ہے جہاں انھیں کچھ نظر نہیں آتا۔

جو شخص کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے اور پرستش اپنی خواہش اور اپنے مالک کی کرتا ہے تو وہ قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دے گا؟

اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ (الجاثیہ:23)

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

مال و دولت کا پجاری ہلاک ہو جائے اگر اسے ملتا رہتا ہے تو خوش ورنہ ناراض ہوتا ہے (رواہ البخاری)

اگر کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے مگر یہ صرف اسکی زبان تک محدود ہے تو اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا ایسا شخص منافق شمار ہوگا۔ اور اگر (اقرار کے ساتھ) دل میں اس کلمہ کو جگہ دی تو یہ شخص مؤمن کہلائے گا لہٰذا ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ دلی طور پر مؤمن بنے صرف زبان کا اقراری نہ ہو ورنہ قیامت کے دن یہی کلمہ مخالفت میں گواہی دے گا کہ اللہ میں اس شخص کے پاس اتنے سالوں تک رہا مگر اس نے میرے حق کا اعتراف کیا اور نہ ہی میری حرمت کا خیال رکھا جیسا رکھنا چاہیے تھا۔ گویا یہ کلمہ کسی کے حق میں اور کسی کی مخالفت میں گواہی دے گا۔

فضل: لوگوں کے احترام کا گواہ بن کر انہیں جنت میں داخل کرے گا اور عدل ان کے جرائم کا گواہ بن کر انہیں جہنم تک پہنچائے گا۔

فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِى السَّعِيْرِ (شوری:7)

ایک گروہ جنت میں اور ایک بھڑکتی آگ میں ہوگا۔

لا الہ الا اللہ خوش بختی کا پودا ہے اگر کسی نے اسے تصدیق کی کیاری میں لگایا اور اسے اخلاص کا پانی دیا عمل صالح سے اس کی دیکھ بھال کی تو اس کی جڑیں مضبوط ہوں گی اسکا تنہ طاقت ور ہوگا اس کے پتے سبز ہوں گے اسکے پھل بھرپور ہوں گے بلکہ کئی گنا ہوں گے۔

تُؤْتِىْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا (ابراھیم:25)

اپنا پھل ہر وقت دے رہا ہے اپنے رب کے حکم سے۔

اور اگر کسی نے یہ درخت تکذیب و نا فرمانی کی کیاری میں اگایا اور اسے نفاق اور ریا کا پانی دیا۔ اس کی دیکھ بھال اعمال سیئہ و اقوال قبیحہ سے کرتا رہا اس پر گناہوں کی بارش برساتا رہا اس کو بے پروائی کی ہوا دیتا رہا تو اس کے پھل گر جائیں گے اس کے پتے جھڑ جائیں گے اس کا تنہ کمزور اور اس کی جڑیں ٹوٹ جائیں گی اس پر گناہوں کی آندھی آ جائے گی اور اس درخت کو مکمل طور پر تباہ کر دے گی۔

وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا

ہم ان کے اعمال کی طرف بڑھیں گے جو بھی عمل ہوگا اور انہیں اڑتی ہوئی دھول بنا دیں گے۔**(الفرقان:23)**.

اگر کوئی مسلمان اس کلمہ سے متعلق ان تمام گذشتہ باتوں کو مدنظر رکھتا ہے تو اس کے لئے لازمی ہے کہ بقیہ ارکان اسلام کو بھی مکمل طور پر اپنائے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے:

بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله و اقام الصلاة و ایتاء الزكاة و صوم رمضان و حج البيت الحرام من استطاع اليه سبيلا و من كفر فان الله غنی عن العلمين .

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا رمضان کے روزے اور استطاعت ہو تو حج بیت اللہ جس نے انکار کیا تو اللہ تمام عالم سے بے پرواہ ہے۔**(الدار السنية:112/2)**۔

لا الہ الا اللہ۔قول وعمل

اللہ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اس پر اطاعت لازم قرار دی ہے ان عبادات میں سے پہلے نمبر پر لا الہ الا اللہ کو قولاً و عملاً سمجھنا ہے اس بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا (آل عمران:103)

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو سب مل کر اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

شَرَعَ لَکُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوۡحًا وَّالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ وَمَا وَصَّیۡنَا بِہٖۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ مُوۡسٰی وَ عِیۡسٰۤی اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ (الشوری:13)

تمہارے لئے (اللہ نے) دین میں سے وہ شریعت بنائی ہے جسکی تاکید نوحؑ کو کی تھی اور جسکی وحی آپ ﷺ کو کی ہے اور جس کی تاکید ہم نے ابراہیمؑ ،موسیٰؑ ،عیسیٰؑ کو کی تھی کہ دین کو قائم کرو اسمیں تفرقہ مت ڈالو۔

اللہ نے اپنے بندوں کو جس بات کی تاکید کی ہے وہ کلمہ توحید ہے جو کفر و اسلام میں فرق کرنے والا ہے۔کلمہ توحید سے جہالت یا بغاوت یا عناد لوگوں میں تفرقہ کا سبب ہے ان خرابیوں کو ختم کر کے امت کو متحد رکھنے کا ذریعہ صرف یہی کلمہ ہے۔

اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ.

کہ دین کو قائم کرو اس میں تفرقہ مت ڈالو۔

اور

قُلۡ ہٰذِہٖ سَبِیۡلِیۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ ۟ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ ؕ وَ سُبۡحٰنَ اللّٰہِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (یوسف:108)

(اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت کی بنیاد پر بلا رہا ہوں اور میرے متبعین بھی (ایسا ہی کرتے ہیں) اور اللہ کی ذات پاک ہے میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

اب جو شخص توحید کو سمجھ جائے اس کا اقرار کرلے تو اس پر لازم ہے کہ اس توحید سے دلی محبت رکھے اس کی مدد کرے اپنے ہاتھ اور زبان سے جس طرح بھی ممکن ہو اس توحید کے مددگاروں کی بھی مدد کرے جب کوئی بندہ شرک کو پہچان لے تو اس پر لازم ہے کہ اس سے دلی طور پر نفرت کرے تب وہ ان لوگوں کی لڑی میں پرویا ہوا شامل ہوگا جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا .

اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو آپس میں تفرقہ مت ڈالو۔

ہمارا خیال ہے کہ امت مسلمہ میں کسی کو بھی اس بات میں اختلاف نہیں ہے کہ توحید کے لئے دلی طور پر علم زبانی اقرار اور اوامر و نواہی کے نفاذ کے لئے عمل ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی بھی چیز کم ہوئی تو آدمی مسلم نہیں کہلائے گا۔ اگر زبان سے توحید کا اقرار کرلے مگر عمل نہ کرے تو ایسا شخص کافر، توحید سے بغض رکھنے والا شمار ہوگا۔ جیسے فرعون اور ابلیس اور اگر توحید پر ظاہری عمل کرتا ہے مگر باطن میں اسکا اعتقاد نہیں رکھتا تو ایسا شخص منافق ہے کافر سے بھی زیادہ اسلام کے لئے نقصان دہ ہے۔

امام محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں:۔ توحید کی دو قسمیں ہیں توحید ربوبیت توحید الوہیت۔

توحید ربوبیت: توحید ربوبیت کا اقرار مسلم و کافر دونوں کرتے ہیں کفر اور اسلام میں فرق توحید الوہیت کا ہے اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان دونوں قسم کی توحید کو سمجھے اور یہ بھی یاد رکھے کہ کفار اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ہی خالق رازق اور عالم کی تدبیر کرنے والا ہے۔

قُلۡ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَاءِ وَالۡاَرۡضِ اَمَّنۡ يَّمۡلِكُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَمَنۡ يُّخۡرِجُ الۡحَيَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَيِّ وَمَنۡ يُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ اللّٰهُ فَقُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ **(یونس:31)**

(اے محمد ﷺ) اگر آپ ان (کافروں) سے پوچھیں کہ تمہیں آسمان و زمین سے رزق کون دیتا ہے یا کون سماعت و بصارت کا مالک ہے کون زندہ کو مردہ سے مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے کون امور کی تدبیر کرتا ہے؟ تو یہ لوگ فوراً کہیں گے کہ اللہ۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اس سے ڈرتے کیوں نہیں؟

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (العنکبوت:61)

(اے محمد ﷺ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے اور چاند سورج کو تابع کیا ہے یہ (کافر) کہیں گے اللہ نے۔ یہ کس طرف جارہے ہیں۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ کافر بھی توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے تو پھر کسی شخص کا یہ کہنا کہ خالق رازق تدبیر کرنے والا صرف اللہ ہے اس کو مسلمان نہیں بنا سکتا جب تک کہ لا الہ الا اللہ کے معنی پر عمل نہ کرے۔ اللہ کی یہ صفات یعنی خالق ،رازق مدبر۔ ان کے کچھ خاص معانی ہیں جن کی وجہ سے یہ صفات صرف اللہ کے لئے ہی مختص ہوجاتی ہیں جب کوئی مسلمان کہتا ہے کہ اللہ خالق ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ وہی اکیلا اللہ ہے جس نے تمام مخلوق کو انصاف سے پیدا کیا ہے جب رازق کہا جائے تو اس کا معنی ہوگا جب اللہ نے مخلوق کو وجود بخشا تو ان کے لئے رزق بھی مہیا کردیا۔ مدبر کا معنی ہوگا کہ وہ اللہ جو اپنی تدبیر سے آسمان سے زمین پر فرشتے اتارتا ہے اسی کی تدبیر سے وہ فرشتے آسمان پر چڑھتے ہیں وہ بادلوں کو اپنی تدبیر سے چلاتا ہے ہوائیں اس کی تدبیر کے ماتحت ہیں اسی طرح ساری مخلوق اس کی تدبیر کے مطابق اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے سرگرم عمل ہے۔ یہ صفات توحید ربوبیت سے متعلق ہیں ان کا اقرار کفار بھی کرتے ہیں اور توحید الوہیت کا معنی ہے کہ لا الہ الا اللہ کے معنی کو بھی اس طرح سمجھنا ہے جس طرح ربوبیت سے متعلق مذکورہ صفات کا مطلب ہے۔ لا الہ الا اللہ کا معنی ہے نفی و اثبات یعنی کہ ہر چیز سے الوہیت کی نفی کرکے صرف اللہ کے لئے ثابت کی جائے۔ الہ کا مطلب ہے ایسا معبود کہ اس کے بغیر کسی اور کے لئے عبادت جائز ہی نہ ہو اور ایسا معبود صرف اللہ اکیلا ہی ہے لہٰذا جو شخص اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے نذر مانے یا ذبح کرے تو یہ اس کی عبادت کہلائے گی اسی طرح دعا بھی غیر اللہ سے کرنا اسکی عبادت شمار ہوتی ہے اللہ کا فرمان ہے:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ (یونس:106)

اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو مت پکارو جو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان اگر آپ نے ایسا کیا تو ظالموں میں سے ہوگے۔

اسی طرح جس نے اپنے اور اللہ کے درمیان کسی کو واسطہ بنالیا اور اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا کہ وہ مجھے اللہ کے

قریب کردے گا تو یہ بھی اس کی عبادت شمار ہوگی جیسے کہ اللہ نے کافروں کے بارے میں فرمایا ہے:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَاللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (یونس:18)

یہ اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو انکو نہ نقصان دے سکتے ہیں نہ فائدہ اور کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں آپ ﷺ کہہ دیجئے کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دے رہے ہو کہ (گویا) وہ نہیں جانتا آسمانوں یا زمینوں میں وہ اللہ پاک ہے ان سے جو یہ لوگ شریک کرتے ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ. (الزمر:3)

باخبر رہو کہ اللہ کیلئے ہے خالص دین اور جو لوگ اللہ کے علاوہ دوست بناتے ہیں (کہتے ہیں) ہم انکی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے ہاں مرتبے میں قریب کردیں اللہ ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ اس کو ہدایت نہیں کرتا جو جھوٹا اور ناشکرا ہو۔ **(مجموعۃ الفتاوی الدار السنیۃ 2/124)**

مسلمان اور مشرک میں امتیازی فرق

امام محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں:

مجھ سے بعض دوستوں نے مطالبہ کیا کہ وہ چار مسائل قلمبند کروں جن کی بنا پر مسلم اور مشرک میں امتیاز کیا جاسکتا ہو۔ میں ان کی بات کو رد نہ کرسکا لہٰذا وہ مسائل پیش خدمت ہیں۔

1۔ جس (اللہ) نے ہمیں پیدا کیا ہے اور ہماری صورتیں بنائی ہیں ہمیں بے کار نہیں چھوڑا بلکہ ہماری طرف رسول بھیجا جس کے پاس رب کی کتاب ہے۔

اِنَّا اَرۡسَلۡنَا اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا شَاهِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَا اَرۡسَلۡنَا اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا .

ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا تم پر گواہ ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

(مزمل:15)۔

2۔ اللہ سبحانہ نے مخلوق کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ اس اکیلے کی عبادت کریں اور اس کے دین کو خالص رکھیں۔

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (الزاریات:56)

میں نے جن اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

فرمایا:

وَمَا اُمِرُوۡا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِیۡنَ لَهُ الدِّیۡنَ حُنَفَآءَ وَ یُقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤۡتُوا الزَّکٰوةَ وَ ذٰلِکَ دِیۡنُ الۡقَیِّمَةِ (البینة :5)

ان کو صرف اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے یکطرفہ ہو کر نماز قائم کریں زکاۃ دیں یہ قائم رہنے والا دین ہے۔

3۔ جب شرک کسی کی عبادت میں داخل ہو جائے تو عبادت باطل ہو جاتی ہے۔ درجہ قبولیت حاصل نہیں کرتی ہر گناہ کی معافی کی امید رکھی جاسکتی ہے سوائے شرک کے۔

وَلَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ وَاِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ (الزمر:65)

تیری طرف وحی کی گئی ہے اور تجھ سے پہلے انبیاء کو بھی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔

نیز فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَادُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدِ افۡتَرٰی اِثۡمًا عَظِیۡمًا (النساء:48)

اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ بخشتا ہے جسے چاہے جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بہت بڑا گناہ کیا۔

اسی طرح فرماتا ہے:

اِنَّہٗ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ الۡجَنَّۃَ وَمَاۡوٰہُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ. (المائدہ:72)

بات یہ ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے اسکا ٹھکانہ جہنم ہے (ایسے) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

4۔ اگر کسی آدمی کا عمل صحیح ہے مگر خالص نہیں ہے تو بھی مقبول نہیں ہوگا اور اگر خالص ہے مگر صحیح نہیں تب بھی غیر مقبول ہے لہٰذا عمل کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ وہ صحیح ہو یعنی شریعت محمدی ﷺ کے مطابق ہو اور خالص ہو یعنی صرف اللہ کے لئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے عبادت گذاروں کے بارے میں فرمایا ہے۔

قُلۡ ھَلۡ نُنَبِّئُکُمۡ بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُھُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَھُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّھُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا (کھف:104-103)

کہہ دیجئے (اے محمد ﷺ) کیا میں تمہیں عملاً خسارے میں جانے والوں کے بارے میں بتاؤں؟ جنکی دنیا میں کوشش برباد گئی اور سمجھتے ہیں کہ وہ بہت بہترین عمل کر رہے ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ عَامِلَۃٌ نَّاصِبَۃٌ تَصۡلٰی نَارًا حَامِیَۃً (الغاشیہ:2)

بہت سے چہرے قیامت کے دن جھکے ہوئے ہوں گے (ایسے لوگوں کے) کہ عمل کرتے کرتے تھک

جانے والے۔ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

یہ آیات صرف اہل کتاب یہود و نصاری کے لئے خاص نہیں ہیں بلکہ ہر وہ شخص جو کسی علم یا عمل میں کوشش کرتا ہے مگر وہ شریعت محمدی ﷺ کے موافق نہ ہوتو وہ اس عمل میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے جنکا ذکر آیت میں ہو چکا ۔اگر چہ ایسا آدمی کتنا ہی ذھین فطین اور زھد وتقوی والا کیوں نہ ہو یہ سب کچھ عذاب سے نجات اور اخروی سعادت کے لئے کسی قسم کا فائدہ نہیں دیں گے۔ جب تک کہ کتاب وسنت کی پیروی نہ ہو جو شخص علمی فضیلت اور عملی مقام ومرتبہ رکھتا ہومگر شریعت محمدی ﷺ کے مخالف ہوتو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔(مجموعۃ الفتاوی)۔

دین کی بنیاد

امام محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں:

اسلام کی بنیاد دو چیزوں پر ہے یعنی اسلام میں دو چیزوں کی بڑی اہمیت ہے۔

1۔ اکیلے اللہ کی عبادت کا حکم اور یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اس بات پر دوسرے مسلمانوں کو بھی آمادہ کیا جائے یہ کام کرنے والوں سے دوستی رکھنا اور جو شخص اس (توحید) کو چھوڑ دے اسے کافر شمار کرنا۔

2۔ اللہ کی عبادت میں شرک کرنے سے لوگوں کو ڈرانا خبردار کرنا اس کام میں سختی کرنا شرک کرنے والوں سے دشمنی رکھنا اور انہیں کافر سمجھنا۔

ان دونوں اعمال کی مخالفت بھی لوگ کرتے ہیں اور یہ مخالفت کرنے والوں کی کئی اقسام ہیں سب سے زیادہ سخت مخالفین وہ ہیں جو تمام مطلوبہ امور کی مخالفت کرتے ہیں پھر درجہ بدرجہ ہیں مثلاً

1۔ ایسے لوگ جو ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں مگر شرک کا انکار نہیں کرتے اور نہ مشرکوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔

2۔ شرک کرنے والوں سے دشمنی رکھتے ہیں مگر انہیں کافر نہیں سمجھتے۔

3۔ توحید سے محبت نہیں کرتے مگر اس سے نفرت بھی نہیں کرتے۔

4۔ شرک کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ یہ نیک لوگوں کو گالی دینے کے مترادف ہے۔

5۔ شرک سے نہ بغض نہ محبت رکھنے والے۔

6۔ شرک کو جانتے نہ اسکا انکار کرتے ہیں۔

7۔ توحید کو نہیں جانتے نہ اسکا انکار کرتے ہیں۔

8۔ سب سے زیادہ نقصان دہ بات یہ ہے کہ توحید پر عمل تو کیا جائے مگر یہ پتہ نہ ہو کہ توحید کیا ہے؟ اور توحید کو چھوڑنے والوں سے بغض نہ رکھے اور ان کو کافر نہ سمجھے۔

9۔ جو شرک کو چھوڑ دے اس سے نفرت کرے اس کی قدر نہ جانے شرک کرنے والوں سے نہ دشمنی رکھے نہ انہیں کافر سمجھے تو یہ لوگ انبیاء کی لائی ہوئی شریعتوں کے مخالفین شمار ہوں گے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

جس شخص پر اللہ نے یہ احسان کیا ہے کہ اسے مسلمان پیدا کیا یا اسلام لانے کی توفیق دی اور وہ شخص یہ جانتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں ہے تو ایسا شخص یہ نہ سمجھے کہ صرف یہی باتیں حق ہیں میں انہیں اپناتا ہوں مگر میں مشرکین کے خلاف کچھ نہیں کہوں گا۔اس طرح کہنے والا یہ نہ سمجھے کہ وہ اسلام میں داخل ہوگیا ہے بلکہ مشرکین سے دشمنی اور بغض اور ان مشرکین سے محبت رکھنے والوں سے بغض و دشمنی لازمی ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والداوراس کے ساتھیوں سے کہا تھا۔

اِنَّا بُرَاءَ ؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (الممتحنه:4)

ہم تم سے اور اللہ کے علاوہ تمہارے معبودوں سے بری ہیں ہم تمہارے ان اعمال (اور عقائد) سے انکار کرتے ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان نفرت اور دشمنی ظاہر ہوچکی ہمیشہ کے لئے جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔

دوسری جگہ فرمایا:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى

جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا **(البقرہ:256)**

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ.

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (وہ ان سے کہتا تھا) اللہ کی عبادت کرو طاغوت سے اجتناب کرو۔

(النحل:36)۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نبی ﷺ کی اتباع کرتا ہوں اور آپ ﷺ حق پر ہیں لیکن میں لات اور عزی یا ابوجہل وغیرہ کے بارے میں کچھ نہیں کہتا ان کے بارے میں کچھ کہنا یا کسی قسم کی رائے میرے لئے اہم نہیں یا میری ذمہ داری نہیں تو ایسے شخص کا اسلام صحیح نہیں ہے۔(مجموعۃ الفتاوی ص126)

رسالہ دوم

تاریخ سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ جب تا تاری یاسق کے مطابق حکومت کررہے تھے اس وقت بھی امت مسلمہ اللہ عزوجل کی شریعت کے مطابق حکومت کررہی تھی اس دور کے مسلمانوں نے ہمارے لئے توحید پر ثابت قدم رہنے کی عمدہ مثالیں چھوڑی ہیں وہ اس طرح کہ علماء اسلام نے تا تاریوں کی بنائی ہوئی شریعت کو ان مختلف طریقوں سے بے اثر بنا کر چھوڑا۔

1۔ اس شریعت کے بنانے اور نافذ کرنے والوں کو کافر قرار دیدیا۔

2۔ اس شریعت کے پاس اپنے فیصلے لیکر نہیں گئے۔

3۔ ان کی شریعت کو نہ پڑھا نہ اس پر عمل کیا اپنے فیصلوں اور دیگر معاملات میں جیسا کہ فتاوی ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ کی البدایہ والنہایہ اور تفسیر ابن کثیر میں اسکا ذکر موجود ہے اس طرح ان علماء نے اس خود ساختہ شریعت کے اثرات کو زائل کیا اور اسے ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا (ان حق پرست علماء نے اس پر خطر دور میں بھی ان ظالموں کی شریعت کو نہیں اپنایا بلکہ اسلامی شریعت پر کار بندر ہے) مگر انتہائی افسوس کی بات ہے کہ موجودہ دور میں (اسلامی ممالک میں بھی) طاغوتی خود ساختہ قوانین کی حکمرانی ہے اگر چہ کچھ دینی جماعتیں اسلامی شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کررہی ہیں مگر انہی جماعتوں کے کچھ افراد ان طاغوتی قوانین کو پڑھتے ہیں لاء کالجز میں داخلے لیتے ہیں وہاں کی ڈگریاں حاصل کرکے انہی طاغوتی عدالتوں میں وکیل اور جج بن کر خدمات انجام دے رہے ہیں یہ واضح تضاد ہے مسلمانوں کے کردار میں کہ ایک طرف غیر اسلامی قوانین کے خاتمے کے مطالبے کرتے ہیں اور دوسری طرف انہی قوانین کو اپنا رہے ہیں ان کی ترویج واشاعت کا سبب بن رہے ہیں یہ تو وکلاء اور ججوں کی بات ہے جہاں تک مسلمان عوام کی بات ہے وہ بھی اس طاغوتی نظام سے اپنے فیصلے کرانے اس کے پاس اپنے مقدمات لیجانے میں پیش پیش ہیں مسلمانوں کا یہ طرز عمل عقیدۂ لا الہ الا اللہ کے لئے بہت ہی نقصان دہ ہے جب کچھ مسلمانوں کا یہ نظریہ ہے کہ جب انسان کا عقیدہ ہو کہ حکم صرف اللہ کا ہی ہے مگر فیصلے شریعت کے علاوہ کسی اور قانون کے مطابق کرے یا کروائے تو ایسا انسان مسلمان تو ہے مگر نافرمان شمار ہوگا یہ بات کہکر گویا یہ لوگ توحید ربوبیت کا تو اقرار کررہے ہیں یعنی اللہ کو اس کے افعال میں اکیلا مان رہے ہیں کہ اس کو ہی حاکم تسلیم کررہے ہیں مگر توحید الوھیت کو مسلمان ہونے کے لئے شرط نہیں

مان رہے(حالانکہ توحید ربوبیت کے ساتھ توحید الوھیت بھی مسلمان ہونے کے لئے شرط ہے)توحید الوھیت یہ ہے کہ بندہ اپنے عبادت کے امور صرف ایک اللہ کے لئے خاص کرے ان میں سے کوئی بھی عمل غیر اللہ کے لئے نہ ہوان عبادتی امور میں تحاکم بھی شامل ہے۔یعنی قانون کا نفاذ اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنا کرانا یہ بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہونا چاہیئے ورنہ شرک فی الالوہیت شمار ہوگا)۔

اس رسالہ میں ہم یہ واضح کریں گے کہ طاغوت سے فیصلے کرانا یعنی غیر اللہ کے احکام کو تسلیم کرنا طاغوت پر ایمان ہے شرک ہے اور اللہ کا انکار ہے جس طرح مردوں سے دعائیں مانگنا،غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا،نذرونیاز کرنا یہ سب برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں ہے(جو لوگ طاغوتی احکام کو مانتے ہیں ان کے مطابق فیصلے کرتے کراتے ہیں وہ لوگ دراصل)انبیاء کرام کے منہج اور طریقے کی مخالفت کررہے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ انبیاء کی لائی ہوئی توحید ربوبیت کو تو مانتے ہیں مگر انہی کی لائی ہوئی توحید الوہیت کو عملاً ترک کرچکے ہیں جبکہ یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ توحید ربوبیت والوہیت دونوں باہم لازم وملزوم ہیں اب جو شخص اللہ تعالی کو ربوبیت میں اکیلا تسلیم کرتا ہو مگر الوہیت میں نہ کرے تو یہ شخص مسلمان نہیں ہے بہت سی آیات ہماری اس بات پر دلالت کرتی ہیں (جو ہم عنقریب پیش کریں گے انشاءاللہ)

طاغوتی احکام ماننا ہی طاغوت کو ماننا ہے

يُرِيدُونَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا

ترجمہ: وہ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے ومقدمات طاغوت کے پاس لے جائیں جبکہ انہیں حکم یہ دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو بہت بڑی گمراہی میں مبتلا کر دے۔

(النساء:60)۔

آیت سے استدلال نمبر 1۔ جب بندوں کی عبادت کا بیان ہو اور اس کے بعد صنم یا طاغوت کا ذکر ہو پھر اس سے اجتناب اور اس سے انکار کا حکم ہو تو اس حکم کا ماننا بھی عبادت ہے اور ایسی عبادت کہ جو صرف ایک اللہ کے لئے کرنی ہے یہ کام غیر اللہ کے لئے کرنے والا شرک اکبر کا مرتکب شمار ہوگا۔

شیخ سلیمان بن عبداللہ آل الشیخ فرماتے ہیں اس آیت میں دلیل ہے کہ طاغوت یعنی کتاب وسنت کے علاوہ کسی حکم کو ترک کرنا فرائض میں سے ہے اگر کوئی ایسے احکام کو تسلیم کرتا ہے تو وہ مؤمن بلکہ مسلمان بھی نہیں ہے۔

2۔ جس نے طاغوت کا حکم تسلیم کیا یا اپنا مطالبہ فیصلہ ومقدمہ طاغوت کے پاس لے گیا تو گویا اس نے طاغوت کا انکار نہ کیا اور جس نے طاغوت کا انکار نہیں کیا تو وہ اس پر ایمان لانے والا شمار ہوگا جیسا کہ علامہ محمد جمال الدین قاسمی (يُرِيدُونَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

طاغوت کے پاس اپنا فیصلہ لیجانا طاغوت کا حکم تسلیم کرنا اس پر ایمان لانا ہے اور طاغوت پر ایمان لانے والے کے کفر میں کوئی شک نہیں جس طرح کہ طاغوت کا انکار کرنے والا اللہ پر ایمان لانے والا شمار ہوتا ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن بن حسن آل شیخ۔

فمن يكفر بالطاغوت............

اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ طاغوت کا حکم ماننا یا اس کے پاس مقدمات لیجانا اس پر ایمان لانا ہے۔**(فتح المجید ص345).**

3. **يُرِيْدُ الشَّيْطَانَ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلالاً بَعِيْدًا**

والی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شرک اکبر بہت بڑی گمراہی اور ہدایت سے محرومی ہے اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد یہ بھی ہے۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا (النساء:116).

جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ بڑی گمراہی میں جا پڑا۔

نیز فرمایا:

يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ

اللہ کے علاوہ ان کو پکارتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ یہ بہت بڑی گمراہی ہے۔**(الحج:12)**۔

جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارا تو وہ گمراہ ہے اس لئے کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک اکبر ہے۔جس نے اللہ کی شریعت کے بجائے کسی اور قانون کو فیصلہ کرنے کا مجاز سمجھا وہ بھی بڑی گمراہی میں ہے اس لئے کہ غیر اللہ کے حکم کو تسلیم کرنا بھی شرک اکبر ہے۔

دوسری دلیل: اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

حکم صرف اللہ کا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کو پکارو یہی صحیح دین ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(یوسف:40)۔

آیت سے استدلال: اللہ نے پہلے ایک بات ذکر کر دی کہ (اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ) حکم صرف اللہ کا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ احکام اور قوانین دینا صرف اللہ کا حق ہے یہ ربوبیت سے تعلق رکھتا ہے اس لئے کہ قانون سازی اور حکم صادر کرنا اللہ کے ان افعال میں سے جن کا تعلق ربوبیت سے ہے لہذا ربوبیت پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح توحید الوھیت پر بھی ایمان لازم ہے اللہ کے افعال میں سے یہ بھی ہے کہ وہ رزق دیتا ہے نفع نقصان کا اختیار رکھتا ہے اب عبادت یہ ہے کہ رزق فریاد دعا اسی ایک اللہ سے کی جائے اس لئے کہ وہی نفع ونقصان کا مالک ہے جب بندہ اس بات پر یقین کر لیتا ہے کہ وہی اللہ رازق اور فریاد قبول کرنے والا ہے اور پھر یہ بندہ پیروں مزاروں سے دعائیں اور

فریادیں کرے تو اس کو اللہ کی ربوبیت کا اقرار اور اللہ کی صفات کا اقرار کوئی فائدہ نہیں دے گا اس لئے کہ اللہ کی ربوبیت کو اس نے تسلیم کرلیا مگر الوہیت میں شرک کیا کہ اس نے عبادت کی ایک قسم دعا اور فریاد غیر اللہ کے لئے کرلی۔ اس طرح اگر کوئی شخص تسلیم کرتا ہے کہ اکیلا اللہ ہی حکم کرنے کا اختیار رکھتا ہے وہی احکام صادر کرنے کا مجاز ہے تو اس بندہ پر لازم ہے کہ وہ اللہ کی ربوبیت کو تسلیم کرے اور اگر مقدمات اور فیصلے غیر اللہ (یعنی کتاب وسنت کے علاوہ کسی اور قانون) کی طرف لے گیا تو یہ شرک فی الالوھیت کا مرتکب ہوا لہٰذا اب اس کو اللہ کے حاکم ہونے کا اقرار و یقین کوئی فائدہ نہیں دے گا اسلئے کہ کچھ افعال اللہ کے ہیں کچھ بندے کے ہیں اللہ کا کام حکم صادر کرنا اور قانون بنانا ہے او ربندے کا کام ہے ان احکام کی طرف فیصلے لیجانا۔ جس طرح اللہ کا کام ہے رزق دینا اور بندے کا کام ہے دعا کے ذریعے اس سے رزق طلب کرنا۔ اللہ رازق ہے لہٰذا اس سے دعا کرنا عبادت ہے اور جب یہ عبادت غیر اللہ کے لئے کی جائے تو یہ شرک اکبر ہوگا اور اللہ حاکم ہے لہٰذا اس کے حکم کے مطابق فیصلے کرنا کرانا عبادت ہے جب یہ عبادت غیر اللہ کے لئے کی جائے تو شرک اکبر ہوگا اس میں کوئی مسلمان فرق نہیں کرتا۔

اللہ کے فرمان (اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ) میں یہی بات واضح کی گئی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ربوبیت کا ذکر کیا اور اس کے فوراً بعد الوھیت کا۔ فرمایا:

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَھُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ (النحل:73)

یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر اسکی عبادت کرتے ہیں جو زمین وآسمان میں رزق کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ ان کے پاس طاقت ہے۔

نیز فرمایا:

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ ھٰؤُلَاءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰہَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (یونس:18)

اللہ کو چھوڑ کر اسکی عبادت کرتے ہیں جو انکو نقصان دے سکتا ہے نہ فائدہ (اے محمد ﷺ) ان سے کہہ دو کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دے رہے ہو (گویا وہ) نہیں جانتا آسمانوں اور نہ زمینوں میں وہ پاک ہے ان

کے شرک سے۔

اللہ کے افعال میں سے یہ ہے کہ وہ رزق دیتا ہے لہٰذا عبادت یہ ہے کہ اس سے طلب رزق کی دعا کی جائے۔

اللہ کے افعال میں سے یہ بھی ہے کہ وہ حکم کرتا ہے اور عبادت یہ ہے کہ حکم اسی کا مانا جائے صرف اس کی شریعت تسلیم کی جائے مگر موجودہ دور میں یہ بات لوگوں کو سمجھانا بہت مشکل کام ہے جیسا کہ شیخ عبدالرحمٰن السعدی آیت **الم تر الی الذین یزعمون**.......... کے ضمن میں فرماتے ہیں جس نے غیر اللہ کے حکم کو تسلیم کیا اور اپنا مقدمہ وفیصلہ اللہ کے بغیر کسی اور قانون کے پاس لے گیا تو اس شخص نے اسی کو رب بنایا اور طاغوت کے پاس فیصلہ لے جانے والا شمار ہوگا۔

تیسری دلیل: نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ جب رات کو بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔ترجمہ: اے اللہ تیری ہی تعریفیں ہیں تو زمین آسمانوں کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا نور ہے تیری تعریف ہے تو ہی آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے سب کو تھامنے والا ہے تیری تعریف ہے تو حق ہے تیرا وعدہ حق ہے تیری ملاقات حق ہے جنت حق ہے جہنم حق ہے نبی سارے حق ہیں قیامت حق ہے محمد ﷺ حق ہے اے اللہ میں تیرے سامنے سر جھکاتا ہوں تجھ پر ایمان لاتا ہوں تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں تیری طرف رجوع کرتا ہوں تیرے سہارے پر جنگ لڑتا ہوں تیری طرف اپنا فیصلہ لاتا ہوں تو بخش دے میرے اگلے پچھلے چھپے ظاہر سارے گناہ تو ہی میرا معبود ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔**(رواہ بخاری و مسلم)**۔

اس دعا پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے اللہ کی حمد وثناء اور عبودیت کے توسل سے دعا اور مغفرت طلب کی ہے۔ابن قیم رحمہ اللہ نے اس دعا میں تین امور کا تذکرہ کیا ہے اللہ کی حمد وثناء کا وسیلہ اللہ کی عبودیت کا اقرار اور عبودیت توکل انابۃ اور تحاکم کو قرار دیا ہے۔پھر مغفرت طلب کی ہے یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ توکل اور انابۃ کی طرح تحاکم یعنی اللہ کے احکام کو نافذ کرنا، ماننا اس کے مطابق حکومت اور فیصلے کرنا بھی عبادت ہے۔(المدارج 1/32)

علماء کی آراء

علماء اسلام کی رائے ہے کہ طاغوت کا حکم ماننا طاغوت پر ایمان کہلاتا ہے۔

فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (النساء:65)

(اے محمد ﷺ) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تجھے حکم نہ مان لیں اپنے اختلافی امور میں پھر آپ کے فیصلے سے اپنے دل میں کوئی خلش محسوس نہ کریں اور مکمل طور پر آپ کا فیصلہ تسلیم کر لیں۔

اس آیت کے بارے میں امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

جس شخص میں عقل ہو اللہ و آخرت پر ایمان ہو تو اس کو چاہیئے کہ یہ بات یقینی طور پر مان لے کہ اس آیت میں اللہ نے مسلمان سے عہد لیا ہے اسے تاکید کی ہے کہ وہ محمد ﷺ کے احکامات اور فیصلوں کو دل سے تسلیم کریں اب ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھ لے کہ کیا اس کا دل نبی ﷺ کے احکامات پر مکمل طور پر مطمئن ہے یا اسکا دل دوسرے لوگوں (ائمہ، علماء، وغیرہ) کے اقوال کی طرف مائل ہے؟ یا نبی ﷺ کے بجائے دوسرے لوگوں کے احکامات کو تنازعات میں ماننے کے لئے آمادہ ہے؟ اگر آمادہ ہے تو آپ ﷺ کے علاوہ وہ کون ہے جس کے حکم کی طرف دل مائل ہے؟ مسلمان کو یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ اس آیت میں اللہ نے قسم کھا کر کہا ہے کہ آپ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے والا مؤمن نہیں ہے اور جب آدمی مؤمن نہیں ہوگا تو پھر وہ کافر ہوگا ورنہ تیسری کوئی صورت نہیں ہے۔**(الاحکام فی اصول الاحکام 97/1)**

اسی آیت کی تشریح میں دوسرے مقام پر امام ابن حزم فرماتے ہیں اللہ نے قسم کھا کر وضاحت کے ساتھ فرما دیا کہ انسان اسی صورت میں مومن ہو سکتا ہے جب وہ نبی ﷺ کو ہر معاملے اور ہر قضیے میں فیصل و صاحب تحکیم مان لے اور یہ ماننا دل کی ایسی گہرائی اور خلوص سے ہو کہ پھر دل میں کسی قسم کی خلش وسوسہ یا تنگی محسوس نہ کرے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تسلیم کرنا اور حکم ماننا دو الگ الگ چیزیں ہیں تحکیم ہی وہ ایمان ہے جس کے علاوہ کسی اور چیز کو ایمان کہا ہی نہیں جا سکتا۔**(الفصل فی الملل والاھواء والنحل (235/3)** نیز ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ نے مذکورہ

آیت میں نبی ﷺ کی تحکیم (آپ ﷺ کے حکم اور فیصلہ کو ماننا اور ہر فیصلہ آپ ﷺ سے یا آپ ﷺ کی شریعت سے کرانا) کو ہی ایمان قرار دیا ہے اور اللہ نے یہ بھی بتلا دیا ہے کہ ایمان صرف یہی ہے کہ آپ ﷺ کے حکم اور فیصلے کے بعد دل میں کسی قسم کی تنگی یا ناپسندیدگی نہ ہو ایک بات اور بھی واضح ہوئی کہ ایمان عمل عہد اور قول کا نام ہے اس لئے کہ حکم تسلیم کرنا عمل ہے اور یہ قول کے بغیر نہیں ہوتا اور تسلیم کرنے کے بعد دل میں ناپسندیدگی نہ رکھنا عہد ہے۔**(الدرة ص 338)**۔

مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الۡهُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا **(النساء :115)**

جس نے ہدایت آجانے کے بعد رسول کی مخالفت کی اور مؤمنین کے راستے کے بجائے کوئی اور راستہ اختیار کیا تو ہم اس کو پھیر دیں گے جدھر وہ پھرنا چاہتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کر دیں گے وہ بہت بری جگہ ہے جانے کی۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں ابو محمد نے کہا ہے کہ یہ آیت اس طرح کے عمل کرنے والے کے کفر پر صریح دلالت ہے۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ مومنین کے راستے کو چھوڑ کر کسی دوسرے راستے پر چلنے والا مومن نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو مومنوں کا راستہ نہیں اپناتا وہ کافر نہیں ہے اس لئے کہ زنا شراب پینا لوگوں کا مال باطل طریقوں سے کھانا مومنین کا شیوہ اور انکی روش نہیں ہے جبکہ ہم جانتے ہیں کہ ان گناہوں میں سے کسی ایک کا بھی مرتکب مومنین کے راستہ پر نہیں ہے مگر اس کے باوجود اسے کافر نہیں کہا جاسکتا البتہ **فلا وربک لا یومنون** .... والی مذکورہ آیت میں آپ ﷺ کے تحکیم کو تسلیم نہ کرنے والے کے بارے میں کسی قسم کی تاویل ممکن نہیں ایسے شخص کو مومن ثابت کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے نہ ہی ایمان کی کوئی قسم ایسی ہے جو اس میں پائی جائے۔**(الفصل فی الملل والاهواء والنحل 293/3)**

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے منافقین کی کفار اور یہود و نصاری سے دوستی کی مذمت جس وجہ سے کی ہے وہ یہ ہے کہ اھل کتاب میں ایک گروہ کتاب اللہ کو چھوڑ کر کسی اور قانون و شریعت کے پاس اپنے فیصلے لے جاتا تھا جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ

کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جنہیں کتاب میں سے حصہ ملا ہے وہ جادو اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں (النساء:51)۔(مجموع الفتاوی 28/199 طبع دار عالم الکتب)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کفار یہود و نصاری سے دوستی سے متعلق بات کی ہے تو یہ وہ دوستی ہے جو کفر اکبر میں شمار ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِنكُمْ فَإِنَّهُ مِنهُمْ. (مائدہ:51)

تم میں سے جس نے بھی ان (کفار) سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہے۔

امام صاحب رحمہ اللہ نے لوگوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں پہلی قسم یہود و نصاری کی ہے اور دوسری قسم منافقین کی ہے جو دل میں کفر چھپائے رکھتے ہیں اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں پھر ان یہود و نصاری سے دوستی کی دو قسمیں بتائی ہیں ایک تو یہ کہ ان کے بعض کفریہ عقائد کو تسلیم کر لیا جائے اور دوسری یہ کہ کتاب اللہ کو چھوڑ کر کسی کو فیصلہ کرنے اور قانون بنانے کا مجاز مان لیا جائے۔امام رحمہ اللہ نے تحاکم کو دوستی کی ایک قسم قرار دیا ہے اور ان کے کفریہ عقائد کو تسلیم کرنا جس طرح کفر ہے اس طرح انکی دوستی کی دوسری قسم تحاکم (کتاب اللہ کے علاوہ کسی اور کو فیصلہ کرنے اور قانون سازی کا مجاز ماننا) ہے یہ بھی کفر ہے امام صاحب نے آیت سے کس طرح استدلال کیا ہے؟

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ

کہ یہود و نصاری جادو اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں ان سے دوستی کرنے والا گویا ان کے عقائد کو صحیح تسلیم کر رہا ہے اس لئے کہ ان کے گناہوں میں برابر کا شریک ہے اسی طرح تحکیم لغیر اللہ بھی اس پر قیاس ہوگا)۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (النساء:60)

کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جن کا دعوی ہے کہ وہ آپ ﷺ پر اور آپ سے قبل نازل ہونے والی شریعتوں پر ایمان لائے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں طاغوت کے انکار کا حکم دیا گیا ہے شیطان چاہتا ہے کہ انہیں بہت بڑی گمراہی میں مبتلا کر دے۔

اس آیت کے ضمن میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو لوگ تمام کتب آسمانی پر ایمان لانے کا دعوی کرتے ہیں اور فیصلے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے علاوہ دوسروں کے پاس لیجاتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر قانون طاغوت کا مانتے ہیں ان کی مذمت کی گئی ہے اسی طرح بہت سے نام نہاد مسلمان دعوی اسلام کا کرتے ہیں اور اپنے فیصلے بے دین فلاسفہ وغیرہ کے قوانین کے مطابق کراتے ہیں یا ایسے حکمرانوں کو تسلیم کرتے ہیں جو عملا شریعت اسلامی سے خارج ہیں یہ قابل مذمت ہیں (**مجموع الفتاوی 12/339**)

اسی طرح آیت:

اِنَّمَا کَانَ قَوۡلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذَا دُعُوۡا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ لِیَحۡکُمَ بَیۡنَہُمۡ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (النور:51).

مومنوں کا تو صرف یہی کہنا ہوتا ہے جب انہیں اللہ و رسول کی طرف فیصلے کے لئے بلایا جائے کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

کے بارے میں امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالی نے واضح کر دیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے ہٹ گیا اور آپ ﷺ کے حکم سے منہ موڑ لیا تو وہ شخص منافق ہے مومن نہیں ہے جبکہ مومن تو وہی ہے جو کہتا ہے کہ ہم نے (اللہ و رسول ﷺ کا حکم) سنا اور مان لیا جب رسول ﷺ کے حکم سے منہ موڑنے اور کسی اور کی طرف فیصلے لیجانے سے نفاق ثابت ہوتا ہے اور ایمان ختم ہوتا ہے جبکہ یہ صرف نبی ﷺ کے حکم یا فیصلے کو چھوڑنا ہے تو جو کوئی آپ ﷺ کا حکم توڑے گا اور آپ ﷺ کو برا بھلا کہے گا تو اسکا کیا حکم ہوگا؟ (یہ ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے) (**الصارم المسلول ص 38**)۔

یہاں نفاق سے مراد نفاق اکبر ہے جس کی بنا پر انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہ پیغمبر کا حکم توڑ رہا ہے اور اسے برا سمجھ رہا ہے اگرچہ وہ حکم رسول سے اعراض اور کسی اور سے فیصلہ کرانے کو کفر اکبر اور نفاق اکبر نہیں سمجھتا اس لئے کہ وہ اس عمل کو حکم رسول ﷺ کا توڑنا اور اسے برا سمجھنے کے برابر نہیں سمجھتا اور اللہ و رسول ﷺ کو گالی دینا بڑا کفر سمجھتا ہے بنسبت تحاکم لغیر اللہ کے مگر امام صاحب کے قول سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں عمل کفر باللہ ہیں مگر اللہ کو گالیاں دینا شدید کفر ہے۔

امام صاحب کا یہ قول بھی قابل توجہ ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کا حکم صرف چھوڑ رہا

ہے اور وہ بھی صرف خواہشات کی تابعداری میں نہ کہ اس عمل کو جائز سمجھتے ہوئے گویا یہاں کفر شریعت کے انکار کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خواہشات کی پیروی میں نبی ﷺ کا حکم چھوڑنا اور طاغوت کی طرف اپنا فیصلہ لیجانا ہے اسی طرح امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالنَّبِي وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا تَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ .

اگر یہ لوگ اللہ اور اس کے نبی پر ایمان لاتے تو کبھی ان (غیروں کو) دوست نہ بناتے ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَلاَ وَرَبِّكَ لَايُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ .

تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافی معاملات میں (اے محمد ﷺ) تجھے حکم تسلیم نہ کریں۔

اللہ تعالی نے ایمان کے ثبوت کے لئے ان امور کو شرط قرار دے دیا یعنی ان شرائط کے بغیر ایمان کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا ۔**(مجموع الفتاوی(150/7).**

نیز فرماتے ہیں یہی بات انصاری اور زبیرؓ کے واقعہ سے ثابت ہوتی ہے جن کا زمین کے ایک حصہ پر (پانی پلانے پر) تنازعہ ہوا (حالات اور واقعات کے پیش نظر) آپ ﷺ نے زبیر کے حق میں فیصلہ کیا تو انصاری نے کہا اس لئے کہ یہ آپ کا پھپھی زاد ہے؟ اور اس طرح کا واقعہ وہ بھی ہے جس میں آپ ﷺ نے فیصلہ کیا تو ایک فریق ابوبکرؓ پھر عمرؓ کے پاس فیصلہ کرانے گیا۔

شیخ فرماتے ہیں یہ سب واقعات ثابت کرتے ہیں کہ ایسے افراد واجب القتل ہیں اس طرح کی حرکت کرنے والے منافق ہوجاتے ہیں جن کا خون جائز ہوجاتا ہے۔**(الصارم المسلول ص 233).**

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس قول پر غور کرنا چاہیئے جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے منہ موڑنے والے کو کافر قرار دے رہے ہیں اس کی دلیل کے طور پر عمر بن خطاب کا واقعہ مد نظر رکھ رہے ہیں جس میں عمرؓ نے ایک منافق کو اس بنیاد پر قتل کر دیا تھا کہ وہ نبی کے فیصلے پر راضی نہیں تھا عمرؓ نے یہ سلوک اس شخص کے ساتھ کیا جو نبی کے فیصلے پر راضی نہیں تھا اور جو آپ ﷺ کے فیصلے کی مخالفت کرے اپنا فیصلہ طاغوت کے پاس لے جائے اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے ؟

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں ہم نے جو واقعہ عمر بن خطاب کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ایک منافق کو قتل کیا جو نبی ﷺ کے فیصلے سے خوش نہ تھا عمر رضی اللہ عنہ اس عمل کی موافقت میں قرآن کی آیت نازل ہوئی اور جو آپ ﷺ کے فیصلے پر اعتراض کرے اس میں عیب نکالے اس کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ **(الصارم المسلول: ص 528)**۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مذکورہ کلام کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کے فیصلے سے راضی نہ ہو وہ کافر ہو جاتا ہے تو پھر اس شخص کے بارے میں کیا فیصلہ کریں گے جو آپ ﷺ کے حکم پر اعتراض کرتا ہے یا اسمیں خامیاں نکالتا ہے ظاہر ہے کہ ایسا شخص بدرجہ اولیٰ کافر ہے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا واضح اور صریح حکم یہی ہے کہ جو شخص نبی کو حکم (فیصلہ کرنے والا) نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اپنا فیصلہ اللہ و رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف لے گیا تو وہ طاغوت سے فیصلہ کرانے والا شمار ہوگا حالانکہ طاغوت کے انکار کا حکم دیا گیا ہے اور طاغوت کے انکار کی صورت یہی ہے کہ انسان اپنے فیصلے صرف اللہ کے پاس لے جائے جو کہ فیصلہ کرنے کا حقیقی مختار ہے۔ **(طریق الھجرتین : 73)**
ابن قیم رحمہ اللہ کی بات غور کریں جب وہ کہتے ہیں کہ طاغوت کے انکار کی صرف یہی صورت ہے کہ فیصلے صرف اللہ کے پاس لے جائیں ابن قیم رحمہ اللہ یہ نہیں کہہ رہے کہ اللہ کے حکم ہونے کا عقیدہ رکھا جائے بلکہ فرما رہے ہیں کہ فیصلہ اللہ سے کرائے کسی اور کے پاس نہ لے جائے اور فیصلہ لیجانا ایک عمل ہے جس نے کسی تنازعہ کی صورت میں کیا جاتا ہے تنازع کے موقعہ پر تنازعہ غیر اللہ کی طرف لیجانے کی دعوت دی اس نے جاہلیت کی دعوت دی بندہ ایمان میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام متنازعہ امور اللہ و رسول ﷺ کی طرف نہ لوٹا دے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا:

اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ .

اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو؟

جس طرح ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ یہ ایمان کی شرائط میں سے ہے اور جب شرط معدوم ہوتی ہے تو مشروط بھی ختم ہو جاتی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ جس نے غیر اللہ کو حکم تسلیم کر لیا اور اختلافی امور میں اللہ و رسول کے حکم پر فیصلہ نہیں کروایا تو وہ تقاضائے ایمان سے خارج ہوا کسی بھی مسلمان کے لئے بطور نصیحت یہ آیت کافی ہے جو اس مسئلہ میں فیصلہ کن، تفصیلی اور مسئلہ مذکورہ کے مخالفین کی کمر توڑ دینے والی ہے اور جو مذکورہ مسئلہ کو تسلیم کرنے والے اور اس پر عمل

کرنے والے ہیں ان کے لئے مضبوط دلیل اور سہارا ہے۔**(الرسالة التبوكية لابن قيم الجوزية ص 133).**

امام ابن قیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں اللہ تعالی نے ان لوگوں کی حالت بھی بیان کی ہے جو اپنے متنازعہ امور کے فیصلے اللہ ورسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف لیجاتے ہیں۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (النساء:61)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ (کتاب) اور رسول ﷺ کی طرف آؤ تو آپ ﷺ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے مکمل طور پر روکتے ہیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے گویا امام صاحب کا مطلب یہ ہے کہ انسان اسی صورت میں مسلمان ہوگا جب وہ فیصلہ کرنے کا اختیار صرف اللہ کے لئے مانے اپنے تمام فیصلے کتاب اللہ وسنت رسول سے کرائے اگر اس نے اپنا کوئی بھی فیصلہ کتاب وسنت کے علاوہ کسی اور سے کروایا تو گویا اس نے ایک اللہ کو حکم تسلیم ہی نہیں کیا اور جب اللہ کو اکیلا حکم نہ مانا تو پھر طاغوت کا کفر نہ کیا اور جو شخص طاغوت کا انکار نہیں کرتا اس کا اسلام صحیح نہیں ہوسکتا اس لئے کہ کفر بالطاغوت اس توحید کا رکن ہے جس توحید کی وجہ سے انسان مسلمان بنتا ہے ایک اللہ پر ایمان لانے والا شمار ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلاً .(النساء:59)

اگر تم کسی معاملے میں اختلاف کر بیٹھو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو؟ یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ قطعی دلیل ہے اس بات کی کہ اپنے ہر تنازع کو اللہ ورسول ﷺ کے پاس لیجانا واجب ہے جس دینی مسئلہ میں بھی لوگ باہم اختلاف کریں اسے اللہ ورسول کی طرف لیجانا ضروری ہے ان دونوں کے علاوہ کسی اور کی طرف لیجانا جائز نہیں جس شخص نے بھی اللہ اور رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف تنازعہ لیجانا جائز قرار دیدیا تو اس نے اللہ کی مخالفت کی اور اس سے اعراض کرنا اور کسی اور قانون کی طرف متوجہ ہونا حقیقی نفاق ہے جسطرح

کہ حقیقی ایمان نبی ﷺ کے فیصلے کو ماننا اور اس طرح ماننا کہ دل میں پھر کسی قسم کی خلش یا ناپسندیدگی نہ رہے یہ حقیقی ایمان ہے اور اس فیصلے سے اعراض وگریز حقیقی نفاق ہے۔ **(مختصر الصواعق المرسلة 515/2)**

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے نبی ﷺ کے فیصلے سے اعراض کو حقیقی نفاق قرار دیا ہے یعنی نفاق اکبر (جس کا مرتکب جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوگا)۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کسی شخص میں کفر کا ایک حصہ، شعبہ پایا جائے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ کافر مطلق ہے جب تک کہ ایسا عمل سرزد نہ ہو جو کفر حقیقی کی دلیل بنتا ہو۔ **(اقتضاء الصراط المستقیم 208/1)**

امام ابن قیم کے چند اشعار اس مضمون کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔

ترجمہ:۔ اللہ نے اپنے آپ کی قسم کھائی ہے ایسی قسم جو ایمان کی حقیقت واضح کر رہی ہے یہ کہ وہ شخص مومن نہیں جو واضح دلائل والے رسول کو چھوڑ کر فیصلے کسی اور سے کراتا ہو بلکہ وہ کبھی مومن نہیں جس نے دونوں قسم کی وحی (قرآن و حدیث) کے علاوہ کسی اور کو حکم مان لیا نہ یہ شخص مومن ہے اور نہ وہ جس نے فیصلہ تو رسول سے کرایا مگر دل میں اس فیصلے سے تنگی محسوس کی یہ صرف اسی صورت میں مومن بن سکتا ہے جب دونوں قسم کی وحی کے فیصلے کو دل وجان سے تسلیم کرے نیز فرماتے ہیں اور وہ (شخص مومن ہے جو) وحی مبین کو حکم مانتا ہے ایسے شخص کے پاس دو حکم ہیں دونوں ہی عادل ہیں ایک کتاب اللہ ہے جس میں شفاء بھی ہے اور سرگرداں و پریشاں لوگوں کے لئے ھدایت بھی اور دوسرا حاکم رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے کسی مومن کے لئے ان دونوں کے علاوہ کوئی حاکم نہیں اگر تمہیں کوئی دعوت دے رہا ہو ان دونوں کے علاوہ کسی اور کے فیصلے کی طرف تو کفر اور عصیان کے ایسے داعی کی بات کبھی نہ سننا اور نہ ماننا۔ مزید فرماتے ہیں ہر قوم کا طاغوت وہ ہے جسے وہ اپنے فیصلوں میں حکم مانتے ہوں۔ **(اعلام الموقعین 50/1)**

حافظ ابن کثیرؒ نے الیاسا کے کچھ احکام ذکر کئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

جس نے زنا کیا اسے قتل کیا جائے گا چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ جس نے عمل قوم لوط کیا اسے قتل کیا جائے گا جس نے جان بوجھ کر جھوٹ بولا اسے قتل کیا جائے گا جس نے جادو کیا اسے قتل کیا جائے گا جس نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کیا اسے قتل کیا جائے گا جس نے اس میں غوطہ لگایا اسے قتل کیا جائے گا جس نے کسی قیدی کو کھانا، پینا یا لباس اپنے گھر والوں کی اجازت کے بغیر دیا اسے قتل

کر دیا جائے گا جسے سود ملا اور اس نے لینے سے انکار نہ کیا اسے قتل کر دیا جائے گا جس نے قیدی کو کھانا کھلایا یا ایک دوسرے کی طرف کھانے کی چیز پھینکی اسے قتل کر دیا جائے گا البتہ ایک دوسرے کے ہاتھ سے چیز لے دے سکتے ہیں (پھینکیں نہ) کسی نے کسی کو کھانے کی کوئی چیز کھلائی تو پہلے خود اس میں سے کھائے (اگر کھلایا جانے والا شخص امیر ہو قیدی نہ ہو) اگر کسی نے کھایا اور اپنے پاس موجود کسی کو نہ کھلایا تو قتل کر دیا جائے گا جس نے کسی جانور کو ذبح کیا تو بدلے میں اسے ذبح کیا جائے گا بلکہ اس کا پیٹ چاک کر کے اس کا دل نکالا جائے گا یہ تمام احکام انبیاء کرام پر نازل ہونے والے احکام کے خلاف ہیں اب جس نے بھی محمد ﷺ پر ناز ہونے والی محکم شریعت کو چھوڑ کر سابقہ منسوخ شدہ شریعتوں کے مطابق اپنے فیصلے کرائے تو وہ شخص کافر ہو گیا جب اس طرح کرنے والا کافر ہے تو پھر اس شخص کا کیا حکم ہے جو الیاسا کے ان سابقہ احکام کو تسلیم کرتا ہے اور انہیں شریعت محمدی ﷺ پر مقدم رکھتا ہے ایسا کام جو بھی کرتا ہے وہ باجماع المسلمین کافر ہے **(البداية والنهاية 139/13)**۔

یہ ابن کثیرؒ کا واضح قول ہے جس میں اس شخص کے کفر پر اجماع نقل کیا گیا ہے جو شریعت الٰہیہ منسوخ شدہ کے مطابق فیصلے کراتے ہوں جیسے تورات وغیرہ جب اللہ کی نازل کردہ منسوخ شدہ سابقہ شریعت سے فیصلہ کرانا بھی کفر ہے تو پھر لوگوں کے بنائے قوانین کے مطابق فیصلے کرانے والے کے کفر میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ ایسے شخص کا کفر تو یقینی ہے۔

بعض علماء نے ابن کثیر کی بیان کردہ وعید اور کفر کا فتویٰ صرف تاتاریوں کے لئے خاص مانا ہے کہ وہ لوگ بعض کفریہ امور میں ملوث ہو گئے تھے مگر یہ رائے باطل ہے اس لئے کہ اس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے واضح طور پر کہا ہے کہ جس نے محکم شریعت محمدی ﷺ) کو چھوڑا اسمیں عام بات کی گئی ہے کہ جس کسی نے بھی اس طرح کیا کسی خاص قوم کا ذکر نہیں ہے دوسری بات یہ ہے کہ ابن کثیر یہاں ایک شرعی مسئلہ بیان کر رہے ہیں کہ شریعت محمدیہ ﷺ کو چھوڑ کر دیگر سابقہ آسمانی شریعتوں کے مطابق فیصلے کرانے کا کیا حکم ہے ایسے شخص کو کس زمرے میں شامل کریں گے؟ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ سابقہ منسوخ شدہ شریعتوں کے مطابق فیصلہ کرانا کفر ہے۔ لہٰذا انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق فیصلے تو ہیں ہی کفر یہ بات ابن کثیرؒ کے قول سے واضح ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کا کیا حکم ہوگا جو الیاسا کے مطابق فیصلے کرائے الیاسا وہ قانون ہے جو چنگیز خان نے بنایا تھا اس میں سے ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ کے مقدمہ میں کچھ مسائل ذکر کئے (جو ہم پہلے تحریر کر چکے) پھر فرمایا کہ

یہ سب انبیاء سابقہ پر نازل ہونے والی شریعتوں کے خلاف ہے یہاں تاتاریوں کا ذکر ابن کثیر نے صرف بطور مثال کے کیا ہے اس لئے کہ انہوں نے یہی کام کیا تھا کہ شریعت محمدی ﷺ کو چھوڑ کر چنگیز خان کے بنائے ہوئے قانون کو اپنایا تھا اس لئے ابن کثیر رحمہ اللہ آیت **افحکم الجاھلیة یبغون** ....(کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم تلاش کر رہے ہیں) کی تفسیر میں فرماتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالی اس شخص کی مذمت کر رہا ہے جو اللہ کا حکم مبنی بر عدل اور ہر لحاظ سے بہترین قانون چھوڑ کر لوگوں کی آراء وخواہشات اور ان اصطلاحات کی طرف جاتا ہے جو لوگوں نے وضع کی ہیں جس طرح کہ دور جاہلیت کے لوگ اپنی آراء اور خواہشات پر مبنی گمراہ کن احکام پر عمل پیرا تھے اور جس طرح تاتاری اپنے بادشاہ چنگیز خان کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کرتے تھے جس نے ان کے لئے الیاسق کی صورت میں قوانین کا مجموعہ بنایا تھا (اس کو سابقہ سطور میں الیاسا بھی کہا گیا ہے) الیاسق چنگیز خان نے مختلف ذرائع یہودیت ،نصرانیت اور اسلام کے احکام سے ملا کر مرتب کیا تھا اور اس میں بہت سے احکام اس نے اپنی سوچ اور فکر سے بنا کر شامل کئے تھے پھر یہی یاسق اسکی اولاد میں ایسی شریعت کا درجہ پا گیا جسے وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر بھی مقدم رکھتے تھے لہٰذا جو بھی اس طرح کا کام کرتا ہے وہ کافر ہے واجب القتل ہے جب تک کہ اپنی اس روش کو چھوڑ کر اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع نہ کرے اور ہر چھوٹے بڑے معاملے میں قرآن وسنت کو حکم تسلیم نہ کرے۔ یہاں ابن کثیرؒ نے دو مثالیں بیان کی ہیں ایک اہل جاہلیت کی جو اپنی گمراہ کن آراء اور خواہشات کے پیرو تھے اس مثال سے یہ بات غلط ثابت ہوئی کہ ابن کثیر رحمہ اللہ کا حکم صرف تاتاریوں کے لئے خاص ہے یہ حکم عام ہے ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ ورسول ﷺ کے احکام کو چھوڑ کر کسی اور کے حکم کو اپناتا ہے۔

دوسری مثال ابن کثیر رحمہ اللہ نے تاتاریوں کی اور ان کے الیاسا کی دی ہے یہ صرف بطور مثال کے ہے نہ کہ تخصیص کے لئے اسلئے انہوں نے اپنے فتوی کا اختتام اس طرح کے الفاظ پر کیا ہے کہ جن سے تعمیم ثابت ہوتی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں جس نے بھی ایسا کیا تو وہ کافر ہے دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کے کفر پر مسلمانوں کا اجماع ہے ابن کثیر رحمہ اللہ کا فتوی تمام ان لوگوں کے خلاف ہے جو تاویلات باطلہ کے پیروکار ہیں یہاں کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ منسوخ شدہ آسمانی شریعتوں کے احکام ماننا تو کفر ہے اس لئے کہ وہ منسوخ شدہ ہیں مگر انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین تو شریعت ہی نہیں ہیں تو انکی پیروی کیسے کفر ہے؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ یہ بات غلط اور یہ دلیل باطل ہے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن

میں اللہ تعالی نے اھل کفر وشرک کی ہر ملت کو دین کہا ہے۔

قُلْ يَآَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ O لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ O وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ O وَلَا اَنَا عَابِدٌ مَّاعَبَدْتُّمْ O وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا اَعْبُدُO لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِىَ دِيْنِ

(اے محمد ﷺ) کہد واے کافرو!! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی عبادت تم کرتے ہواور نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرر ہا ہوں اور نہ میں (مستقبل میں) عبادت کرنے والا ہوں انکی جسکی عبادت تم کرتے ہو۔(لہذا) تمہارے لئے تمہارا اور میرے لئے میرا دین ہے۔**(الکافرون)**۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ دین کہتے ہیں ایک نظام حکومت اور اس کے نفاذ کے طور طریقوں کو سورہ یوسف میں ارشاد ہے۔

كذلك كدنا ليوسف ما كان ليأخذ اخاه فى دين الملك .

اس طرح ہم نے ترکیب بتائی یوسفؑ کو (ورنہ) وہ اپنے بھائی کو نہیں لے سکتا تھا بادشاہ کے دین (قانون ونظام مملکت) کی رو سے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں دین سے مراد بادشاہ مصر کا حکم اور فیصلہ ہے امام قاسمیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ کفار اقوام کے قوانین کو بھی دین کہا جاسکتا ہے(کہ دین نظام مملکت کا نام ہے ہر ملک کا نظا اسکا دین ہے) یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شرائع منسوخہ کے مطابق فیصلے اس لئے کفر ہے کہ ان سے فیصلے اعتقاد کی وجہ سے لئے جاتے ہیں (یعنی انکے صحیح ہونے کا اعتقاد کر کے) یہ بات بھی غلط ہے اس لئے کہ اگر ایک شخص اعتقاد کی بنیاد نہیں بلکہ صرف دنیاوی مفاد کی خاطر شرائع منسوخہ کا فیصلہ قبول کرتا ہے تو اسے کافر کہا جائے گا یا نہیں؟

اگر جواب نفی میں ہے تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ تم نے اس اجماع کو ختم کر دیا جو اس شخص کے کفر پر منعقد ہوا تھا اور اگر تمہارا جواب ہاں میں ہے تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ شریعت منسوخہ اور شریعت وضعیہ سے فیصلہ لینے میں کیا فرق ہے ؟ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ فیصلہ اعتقاد کی بنا پر نہیں صرف دنیاوی فائدے کے لئے ہے؟(شریعت وضعیہ کہتے ہیں انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین)۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمُ اسۡتَحَبُّوا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا عَلَی الۡاٰخِرَۃِ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ **(النحل:107)**

یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلے میں پسند کرلیا اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔

امام محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں اس آیت میں اس بات کی وضاحت وصراحت ہے کہ یہ کفر اور اس کے بدلے میں ملنے والا عذاب اس وجہ سے نہیں ہے کہ انکا اعتقاد تھا یا وہ بے خبر تھے یا دین سے بغض رکھتے تھے یا کفر سے محبت کرتے تھے یہ صرف اس بنا پر ہے کہ انہیں کوئی دنیاوی فائدہ مل رہا تھا جس کو انہوں نے دین پر ترجیح دے دی اسلئے شرائع منسوخہ یا انسانوں کے وضع کردہ قوانین کے مطابق فیصلے کرانا کفر ہے ملت اسلام سے خارج کرنے کا ذریعہ ہے چاہے اس کا سبب اعتقاد ہو یا بغیر اعتقاد کے ہو ہر دو صورت اسلام سے خروج کا ذریعہ ہے۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے انجیل کے احکام کے مطابق کوئی ایسا فیصلہ کیا جس کا ثبوت و تائید شریعت اسلام میں نہ ہو تو ایسا شخص کافر مشرک خارج اسلام شمار ہوگا۔**(الاحکام فی اصول الاحکام (173/5)**

شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر جانتے بوجھتے کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ حکومت کی تو وہ کافر ہے اور اسکی تائید کرنے والا بھی چاہے اپنے فیصلے کو اہل کتاب کی شریعت کے موافق قرار دیتا ہو یا انسانوں کا بنایا ہوا قانون ہر دو صورت کفر اور خروج من الملۃ شمار ہوگا۔**(مسند الامام احمد بتحقیق و تعلیق الشیخ احمد شاکر (183/14)عند رقم (7747)**

ابن کثیرؒ نے تاتاریوں کی بابت جو کچھ کہا ہے جس کا تذکرہ چند سطور قبل ہوا ہے اس کے بارے میں شیخ صالح بن فوزان کہتے ہیں:

ابن کثیرؒ نے تاتاریوں کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا ہے اور اس شخص کے کفر کے بارے میں جو ان قوانین کو شریعت کا متبادل سمجھتے ہیں یا ان قوانین کو شریعت کا بدل قرار دیتے ہیں جو موجودہ دور میں انسانوں نے وضع کئے ہیں اور اکثر ممالک میں رائج ہیں جن کی وجہ سے شریعت اسلامی کو ترک کردیا گیا ہے سوائے چند عائلی قوانین کے تو ابن کثیرؒ کی بات صحیح ہے اس کی تائید میں بہت سی آیات موجود ہیں جیسے: وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ **(المائدۃ: 44)** جو لوگ اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق حکومت یا فیصلے نہیں کرتے تو وہ لوگ کافر ہیں۔**فَلَا**

وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ۔**(النساء : 65)** جب تک یہ لوگ آپ ﷺ کو اپنے اختلافی امور میں حکم نہ تسلیم کرلیں یہ مومن نہیں ہو سکتے ۔**(الارشاد الی صحیح الاعتقاد ص 64)**.

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلاً (النساء:59)

اگر تم کسی معاملے میں اختلاف کر بیٹھو تو اسے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو؟ یہ تمہارے لئے اچھا ہے اور انجام کے لحاظ سے بہترین ہے۔

ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے بھی متنازعہ مسئلہ میں کتاب وسنت سے فیصلہ نہیں کروایا اور انکی طرف رجوع نہ کیا تو اسکا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن بن حسن آل الشیخ فتح المجید کے مصنف فرماتے ہیں:

فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ.......... سے ثابت ہوتا ہے کہ طاغوت سے فیصلہ کرانا طاغوت پر ایمان لانا ہے دوسری جگہ فرماتے ہیں ۔عمر بن الخطاب کا منافق کو قتل کرنا (کہ وہ اپنا فیصلہ رسول ﷺ کے بعد کسی اور کے پاس لے گیا) اس بات کی دلیل ہے کہ کفر اور انفاق کا مظاہرہ کرنے والے کو قتل کیا جا سکتا ہے۔

علامہ شیخ جمال الدین القاسمی رحمہ اللہ اپنی تفسیر محاسن التاویل میں آیت

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ آمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِهٖ وَ یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلَالاً بَعِیْدًا (النساء:60)

کیا آپ ﷺ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جنکا دعوی ہے کہ وہ آپ ﷺ پر اور آپ سے قبل نازل شدہ شریعتوں پر ایمان لائے ہیں (مگر حال یہ ہے کہ) وہ اپنے فیصلے طاغوت کے پاس لیجانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں طاغوت کے انکار کا حکم دیا گیا ہے شیطان چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر دور لے جا ڈالے۔

اس آیت میں دلیل ہے کہ طاغوت پر ایمان اللہ کا انکار ہے جس طرح کہ طاغوت کا انکار اللہ پر ایمان ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں علامہ سلیمان بن عبدالکریم آل الشیخ فرماتے ہیں اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ طاغوت یعنی کتاب وسنت کے علاوہ کسی اور کی طرف فیصلے نہ لیجانا فرض ہے اور اس کی طرف فیصلہ لیجانے والا

مومن بلکہ مسلمان نہیں ہے۔

علامہ شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں جس نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے علاوہ کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کیا کرایا (جبکہ اسے اسکی حیثیت کا علم تھا) تو وہ کافر ہے۔**(الدار السنية (426/10) كتاب حكم المرتد)**

علامہ شیخ حمد بن عتیق رحمہ اللہ فرماتے ہیں جن اشیاء وامور کی وجہ سے کوئی مسلمان مرتد ہوتا ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر دوسرے قوانین کے مطابق فیصلے کرے یا کروائے اس میں وہ لوگ بھی شامل وملوث ہیں جو اکثر دیہاتوں میں رہتے ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کے بنائے ہوئے قوانین رسوم و رواجوں کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اور انہیں وہ پسند کرتے ہیں اور انہیں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ پر مقدم رکھتے ہیں ایسا جس نے بھی کیا وہ کافر ہے**(انظر مجموعة التوحيد: 361/1)**

علامہ شیخ احمد بن ناصر آل معمرؒ فرماتے ہیں۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللهِ وَالرَّسُوْلِ .... آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسانوں کے دینی تنازعات چاہے اصولی ہوں یا فروعی ہر قسم کے تنازعات اللہ ورسول ﷺ کی طرف لیجانا واجب ہے۔اسی لئے ان **كنتم تومنون بالله واليوم** آخر کی شرط لگائی گئی ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کو مشروط کر دیا گیا ہے تنازعات اللہ ورسول ﷺ کی طرف لیجانے کے ساتھ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب شرط معدوم ہوتی ہے تو مشروط بھی معدوم ہو جاتا ہے لہٰذا اللہ ورسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف فیصلے لیجانا اللہ اور یوم آخر پر ایمان سے خروج کا متقاضی ہے۔**(مجموعة الرسائل والفتاوى للشيخ حمد بن ناصر آل معمر ص 173)**

علامہ شیخ سلیمان بن سحمان کہتے ہیں جب اھل طاغوت سے کہا جاتا ہے کہ اللہ رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو اور طاغوت کا حکم چھوڑ دو تو کہتے ہیں کہ ہم طاغوت کا حکم اس لئے نہیں چھوڑ سکتے کہ اس ملک میں خانہ جنگی اور باہمی تصادم ہوسکتا ہے کہ جب ہم میں سے کوئی شخص اپنے قوم قبیلے کا فیصلہ نہیں مانے گا تو اسے قتل کر دیا جائے گا اس لئے ہم ایسے فیصلے ماننے پر مجبور ہیں۔

اس کے بعد شیخ سلیمان نے ایک عمدہ بات کی ہے کہ جب تمہیں معلوم ہے کہ تحاکم الی الطاغوت کفر ہے اور

اللہ کا ارشاد ہے کہ کفر قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

وَالْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (البقرہ:217) وَالْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (بقرہ:191)

فتنہ سے مراد کفر ہی ہے اب اگر شہروں یا دیہاتوں کے لوگ باہم قتال کریں یہاں تک کہ سب ختم ہو جائیں یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے بنسبت اس کے کہ وہ ملک میں طاغوت مقرر کریں اور وہ اسلامی شریعت کے خلاف فیصلے اور حکومت کرتا رہے حالانکہ عمل کرنے کرانے کے لئے اللہ نے انبیاء کرام کو شریعت دے کر بھیجا ہے۔

اس کے بعد شیخ فرماتے ہیں جب تحاکم الی الطاغوت کفر ہے اور یہ تحاکم بھی دنیاوی اغراض کے لئے ہے تو پھر دنیا کی خاطر کفر کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ انسان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اسکے دل میں اپنے والد اور اولاد سے بڑھ کر نہ ہو اگر کسی کی دنیا خراب ہو رہی ہو پھر بھی اس کے لئے جائز نہیں کہ طاغوت سے فیصلے کرائے یا اگر کوئی شخص کسی کو مجبور کردہ باتوں میں سے ایک کا اختیار دے کہ یا تو وہ طاغوت کا فیصلہ تسلیم کرے یا اپنی دنیا کو برباد ہونے دے تو اس پر لازم ہے کہ دنیا کو چھوڑ دے مگر طاغوت کا حکم تسلیم نہ کرے دنیا بچانے کے لئے طاغوت کا فیصلہ ماننا جائز نہیں ہے نیز شیخ سلیمان بن سحمان عمر بن خطابؓ کا منافق کو قتل کرنے کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قتل اس بنا پر تھا کہ وہ شخص تحاکم الی الطاغوت کا جرم کر چکا تھا لہٰذا یہی سلوک ان تمام لوگوں کے ساتھ کرنا چاہیئے جو طاغوت کا حکم تسلیم کرتے ہیں جب عمر بن الخطاب خلیفہ راشد صرف اس بنیاد پر ایک شخص کو قتل کر سکتے ہیں کہ وہ طاغوت کے پاس اپنا فیصلہ لے گیا تھا (یہاں طاغوت سے مراد ہے۔ رسول ﷺ کے علاوہ کوئی بھی ہو صرف شیطان مراد نہیں ہے) اب جس شخص کی عادت ہی یہ ہو یا جس قوم نے وطیرہ بنالیا ہو کہ اپنے تمام یا اکثر فیصلے طاغوت سے کراتے ہوں اور انہی کو پسند کرتے ہوں تو وہ زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں قتل کر دیا جائے کہ وہ مرتد ہیں اور فساد فی الارض کے پھیلانے کے مرتکب ہیں اس لئے کہ انسانوں کی فلاح کی راہ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے کہ اللہ کو اپنا رب اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا نبی تسلیم کرلیں اپنے تمام مقدمات اور فیصلے اس شریعت کے پاس لیجاتے رہیں جہاں یہ تین معدوم ہو جائیں تو اس معاشرہ کا بگاڑ و فساد بہت بڑھ جاتا ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ آمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ

میں یہی بتایا گیا ہے کہ اللہ و رسول پر ایمان لانے کا دعوی کرنے والا اگر فیصلے اللہ و رسول کی شریعت کے علاوہ کہیں اور

سے کرائے تو وہ اپنے دعوی ایمان میں جھوٹا ہے منافق اور راہ حق سے بھٹکا ہوا ہے (**الـــــــدر الســـــــنية 507-506-510/10**)۔

شیخ عبدالرحمٰن السعدی کہتے ہیں جس نے علماء کی اطاعت ایسے طریقے سے کی کہ یہ علماء اللہ کی حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال ٹھہرائیں تو اس کی اطاعت کرنے والے نے ان علماء کو رب بنالیا۔ (یعنی کسی عالم کا اس طرح کا حکم ماننا کہ جس سے اللہ کے حلال وحرام کردہ میں تغیر ہوتا ہے یہ اطاعت علماء کو رب بنانا ہے جس کی وجہ سے اہل کتاب کی مذمت کی گئی ہے)

شیخ مزید فرماتے ہیں ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ غیر اللہ کو حاکم تسلیم نہ کرے اور جس امر میں لوگ باہم تنازعہ کریں اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹادیں اس طرح دین مکمل طور پر اللہ کے لئے خالص ہوجاتا ہے اور اگر کوئی شخص اپنا فیصلہ اللہ ورسول کے علاوہ کسی اور کی طرف لیجاتا ہے تو یہ طاغوت کو اپنا حاکم بنارہا ہے ایسا شخص اگر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو اس میں وہ جھوٹا ہے اس لئے کہ ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دین کے اصولی وفروعی مسائل اور دیگر تمام معاملات میں اللہ کو حاکم نہ تسلیم کرلیا جائے اگر اللہ ورسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف کوئی شخص اپنا فیصلہ لیجاتا ہے تو وہ اس کو اپنا رب بنارہا ہے اور طاغوت کو حاکم بنارہا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے اللہ ورسول ﷺ کی طرف اپنے فیصلوں میں رجوع نہ کیا تو وہ حقیقی مومن نہیں ہے بلکہ اس کا ایمان طاغوت پر ہے اس کی دلیل کے طور پر آیت قرآنی پیش کرتے ہیں۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (النساء:59)

اگر تم کسی معاملے میں اختلاف وتنازع کرلو تو اسے اللہ ورسول ﷺ کی طرف لیجاؤ اگر تم اللہ وآخرت پر ایمان رکھتے ہو؟

اسی طرح بڑے بڑے علماء کرام مثلاً علامہ شیخ محمد ابراہیم، شیخ عبداللہ بن حمید، شیخ عبداللطیف بن ابراہیم شیخ عبدالعزیز الشتری، شیخ عبداللطیف بن محمد، شیخ عبداللہ بن عقیل، شیخ عبدالعزیز بن رشید، شیخ محمد بن عودہ، شیخ محمد بن مھیرع رحمہم اللہ فرماتے ہیں تمام برائیوں میں سب سے بڑی برائی اور تمام منکرات میں بدترین منکر یہ ہے کہ اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین انسانوں کے بنائے ہوئے نظام ہائے حیات، اسلاف کی عادات باپ دادا کی

رسموں کو شریعت تسلیم کرلیا جائے جس طرح کہ موجودہ دور میں اکثر لوگ اس برائی میں مبتلا ہیں اور انہوں نے ان تمام قوانین وطور طریقوں کو اللہ کے دین وشریعت کے متبادل کے طور پر قبول کرلیا ہے اس طرح کا طرز عمل سب سے بڑا نفاق اور کفر وظلم کی بڑی علامات میں سے ہے یہ فسق اور نظام جاہلیت میں سے ہے جسے قرآن نے باطل قرار دیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ آمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ وَ یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلَالاً بَعِیْدًا (النساء:60)

کیا آپ ﷺ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جن کا دعوی ہے کہ وہ آپ اور آپ سے قبل نازل کردہ (شریعتوں) پر ایمان لائے ہیں (حالانکہ) وہ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے طاغوت کے پاس لے جائیں جبکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ طاغوت کا انکار کریں (دراصل) شیطان چاہتا ہے کہ انھیں دور کی گمراہی میں مبتلا کردے۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ (المائدہ:44)

جو لوگ اللہ کی نازل کردہ قانون کے مطابق حکومت و فیصلے نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (المائدہ :45)

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ دین وقانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ.(المائدہ:47)

جو لوگ اللہ کی نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ فاسق ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالی نے سخت قسم کا انتباہ کیا ہے ڈرایا ہے ان تمام لوگوں کو جو کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ سے اعراض کرتے ہیں اور غیر کو حاکم تسلیم کرتے ہیں اسی طرح اللہ کی طرف سے صراحت سے یہ اعلان ہے کہ جو غیر اللہ کو حاکم بناتا ہے تو وہ کافر، ظالم فاسق ہے منافقین اور اھل جاہلیت کے طور طریق اپناتا ہے لہٰذا مسلمانوں کو ڈرنا چاہیے اور اللہ ورسول ﷺ کو ہر معاملے میں حاکم تسلیم کرنا چاہیئے ان کے حکم کی مخالفت سے بچنا چاہیئے اور آپس میں ایک دوسروں کو بھی سمجھاتے رہنا چاہیئے اس طرح جو غیر اللہ کو حاکم تسلیم کرتا ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے نفرت کریں ان سے عداوت

رکھیں اوران لوگوں سے بھی ایسا ہی سلوک کریں جو اللہ کی شریعت سے اعراض کریں یا اس کی توہین کریں اور حقارت سے دیکھیں یا اسکا مذاق اڑائیں یا شریعت کو چھوڑ کر کسی اور طرف اپنا فیصلہ لیجانا معمولی سمجھیں اگر مسلمان ایسا کریں گے تب ہی اللہ کی طرف سے عزت وتکریم کے مستحق ہوں گے اوراس کے عذاب سے محفوظ رہیں گے اور اللہ کے اس حکم کو بجالانے والے شمار ہوں گے جس میں انہیں حکم دیا گیا ہے کہ ان حکمرانوں اور حاکموں سے دوستی کریں جو اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے کرتے ہیں کتاب وسنت کو ہر دیگر قانون پر مقدم رکھتے ہیں اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سیدھے راستے کی ھدایت دے اور منافقین و کفار کی مشابہت سے محفوظ رکھے اپنے دین کی مدد کرے اوراپنے دشمنوں کو رسوا کمزور کرے بے شک وہی ہر چیز پر قادر ہے ہماری طرف سے قیامت تک لاتعداد درود وسلام ہوں اس کے بندے اور رسول جناب محمد ﷺ پر (آمین)۔**(فتاوی الشیخ محمد بن ابراهیم:256/12).**

علامہ شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حیرت اور تعجب ہے اس شخص پر جو فیصلے کسی اور کے مانتا ہے اور دعوی ایمان باللہ کا کرتا ہے (کیا اللہ کا یہ فرمان اسے نہیں معلوم؟)

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّھُمۡ آمَنُوۡا بِمَا اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَا اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَ قَدۡ اُمِرُوۡا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِہٖ وَ یُرِیۡدُ الشَّیۡطَانَ اَنۡ یُّضِلَّھُمۡ ضَلاَلاً بَعِیۡدًا (النساء:60)

کیا آپ ﷺ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے؟ جن کا دعوی یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ سے قبل نازل ہونے والی شریعتوں پر ایمان لائے ہیں (اس کے ساتھ ساتھ) وہ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے طاغوت کے پاس لیجائیں حالانکہ انہیں طاغوت کے انکار کا حکم دیا گیا ہے شیطان چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں ڈال دے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَا اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُوۡلٰئِکَ ھُمُ الۡکَافِرُوۡنَ.(المائدہ:44)

جس نے اللہ کے نازل کردہ شریعت کے مطابق حکومت، فیصلے، تصفیے نہیں کیئے وہ لوگ کافر ہیں۔**(اضواء البیان :3/439-441)**

شیخ مزید فرماتے ہیں جولوگ غیر اللہ کے پاس اپنے فیصلے لیجاتے ہیں۔اللہ نے سورۂ نساء میں ان کے دعوئ ایمان پر

حیرت وتعجب کا اظہار کیا ہے اس لئے کہ اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر کسی اور طرف فیصلے لیجانا اور اس کے باوجود اللہ کی شریعت پر ایمان کا دعوی اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ جس پر حیرت وتعجب ہی ہوتا ہے اس تعجب کا اظہار اللہ نے مذکورہ آیت اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ آمَنُوْا ...... میں کیا ہے۔

ہم نے مذکورہ سطور میں جو دلائل وحی میں سے ذکر کئے ان سے اچھی طرح وضاحت ہوگئی ہے کہ جو لوگ قوانین وضعیہ جو کہ دراصل شیطان کی شریعت ہے جو اس نے اپنے حواریوں کے ذریعے سے بنائی ہے اور اللہ کے رسولوں کی لائی ہوئی شریعتوں کے مخالف ہے اس کی تابعداری کرنے والوں کے کفروشرک میں کوئی شک نہیں ہے البتہ جس کی بصیرت اللہ نے سلب کرلی ہو اور وحی کے نور سے محروم ہو وہ ان لوگوں کے کفروشرک میں شک کرسکتا ہے۔

شیخ مزید فرماتے ہیں اللہ کے حکم میں شریک کرنا اور اسکی عبادت میں شریک کرنا ایک ہی معنی ومفہوم رکھتا ہے ان میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے جو شخص اللہ کے نظام کو چھوڑ کر غیر اللہ کے نظام کو اپناتے ہیں اس کے قوانین کے بجائے دوسروں کے قوانین کی اتباع کرتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا بت کی عبادت کرنا اور اس کے آگے سجدہ کرنا ان میں کسی بھی لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے دونوں ایک ہی قسم کے عمل ہیں دونوں کے مرتکب کو مشرک وکافر کہا جائے گا۔
(اضواء البیان:4/85-82)

شیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم رحمہ اللہ آیت مذکورہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ...... کی تفسیر میں فرماتے ہیں جو شخص لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلے اور پھر فیصلہ کوئی تنازعہ رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور طرف لے جائے تو اس شخص کا لا الہ الا اللہ کا اقرار جھوٹا ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی ان لوگوں کی مذمت کررہا ہے جو دعوٰی ایمان کا کرتے ہیں اور اسکے باوجود تنازعات میں کتاب وسنت کو چھوڑ کر کسی اور طرف فیصلوں کے لئے جاتے ہیں اللہ کا قول اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ:...... مذمت ہے ان لوگوں کی جو کتاب وسنت سے منہ موڑتے ہیں اور دیگر باطل قوانین کی طرف رجوع کرتے ہیں جسے یہاں طاغوت کہا گیا ہے جیسا کہ ابن قیمؒ کا قول پہلے گذر چکا ہے کہ جس چیز کی وجہ سے انسان اپنے حد سے گذر جائے کسی کی عبادت کرکے اتباع کرکے یا اطاعت کرکے وہی چیز طاغوت ہے اسی طرح ہر وہ شخص جو کتاب وسنت کو چھوڑ کر کسی اور طرف اپنا تنازعہ لے جائے تو اس کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ وہ اپنا فیصلہ اس طاغوت کے پاس لے گیا جس کے بارے میں اللہ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ اس کا انکار کریں یعنی اس طاغوت سے انکار کریں جسے اللہ کے سوا حاکم کہا جاتا ہو اس لئے کہ فیصلے صرف کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کی طرف اور

اس شخص کی طرف جو کتاب وسنت کے مطابق فیصلے کرتا ہو لیجانا ہی واجب وضروری ہے جو شخص ان دونوں کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنا تنازعہ لے گیا تو وہ شخص اپنے حدود سے تجاوز کر گیا اور اللہ ورسول کے قوانین وشریعت سے نکل گیا اس طرح جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کی تو اس نے طاغوت کی عبادت کر لی یہی شخص ہے جو باطل کی طرف دعوت دینے والا شمار ہوگا یہ عمل توحید کے منافی ہے توحید کا معنی ہے ہر اس طاغوت کا انکار اللہ کے علاوہ جسکی عبادت کی جاتی ہو اسی طرح جس شخص نے اللہ ورسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کے فیصلے کی طرف دعوت دی تو اس نے رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو چھوڑ دیا اس سے منہ موڑ لیا اور اس چیز کو اللہ کی اطاعت میں شریک ٹھہرالیا اور رسول کی لائی ہوئی اس شریعت کی مخالفت کر لی جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (نساء:65)

(اے محمد ﷺ) تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے متنازعہ معاملات میں تجھے حکم نہ تسلیم کرلیں اور پھر تیرے فیصلے سے اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی (ناپسندیدگی) محسوس نہ کریں اسے مکمل طور پر تسلیم کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے ایمان کے دعوے کا انکار کیا ہے اور انہیں اس دعوے میں جھوٹا قرار دیا ہے اس لئے کہ لفظ یزعمون سے ان کے ایمان کی نفی کی گئی ہے کہ یہ لفظ اکثر اس دعویٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے جو جھوٹا ہو پھر دوسری جگہ یہ بھی ارشاد ہے کہ:

وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِهٖ

انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔

کفر بالطاغوت توحید کے ارکان میں سے ہے جس شخص نے اس رکن میں کمی کی اس میں خلل ڈالا تو وہ موحد نہیں کہلا سکتا اور جو شخص طاغوت کا انکار نہیں کرتا وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا جبکہ توحید ایمان کی وہ بنیاد ہے جس پر ایمان کی صحت کا دارومدار ہے اس کے خراب ہونے سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی

جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا (بقرہ:256)

شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ ہمیں آیت:

یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَ قَدۡ اُمِرُوۡا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِہٖ ......

میں یہ بتارہے ہیں کہ جو شخص طاغوت سے فیصلہ کراتا ہے اور دعویٰ اسکا یہ ہے کہ وہ محمد ﷺ اور ان سے قبل نازل ہونے والی شریعتوں پر ایمان رکھتا ہے تو اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ لوگ منافق ہیں اس لئے کہ جب انہیں اللہ کی نازل کردہ شریعت اور محمد رسول ﷺ کے فرامین کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ اس سے رک جاتے ہیں۔ نفاق کفر کی بدترین اقسام میں سے۔ **(عمدة التفسير 213/3)**

شیخ حمود بن عبداللہ تو یجریؒ فرماتے ہیں۔ دین سے بہت سے لوگ منحرف ہو گئے ہیں اور کسی نے کم کسی نے زیادہ انحراف کیا ہے بلکہ اب تو اکثر ارتداد (مرتد) اور دین اسلام سے مکمل طور پر خروج تک پہنچ گئے ہیں شریعت محمدیہ ﷺ کے علاوہ کسی اور قانون یا شریعت کے مطابق فیصلے کرانا یا فیصلہ اس کی طرف لیجانا بہت بڑی گمراہی اور نفاق اکبر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ ...... وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰی مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَ اِلَی الرَّسُوۡلِ رَاَیۡتَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡکَ صُدُوۡدًا (النساء:61-60)

پہلی آیت کا ترجمہ گذر چکا ہے دوسری کا ترجمہ ہے جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ دین اور رسول ﷺ کی طرف آؤ تو آپ دیکھیں گے کہ منافقین آپ ﷺ سے ہٹتے ہیں رک کر۔ **(الايضاح والتبيين لما وقع فيه الا كثرون من مشابهة المشركين ص28)**

یہ کچھ ائمہ کے اقوال تھے اس بارے میں کہ طاغوت کے پاس فیصلہ لیجانا اور اس پر ایمان لانا اللہ کا انکار شمار ہوتا ہے ان اقوال کو ابن کثیر نے اجماع کی حیثیت دی ہے اور کہا ہے کہ اجماع کہلانے کے لئے یہ اقوال کافی ہیں۔ لہٰذا یہ اجماع اور گذشتہ بیان کردہ قرآن وسنت کے واضح نصوص اس مسئلہ کی صراحت کے لئے کافی ہیں جس شخص کی نیت وارادہ ھدایت کا ہو اس کے لئے اتنی مقدار کے دلائل بھی اطمینان کا باعث ہیں۔

سلف رحمہم اللہ نے تاتاریوں کے یاسق کیساتھ کیا برتاؤ کیا ہے؟

اَفَحُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ . کیا یہ لوگ جاہلیت کے احکام وفیصلے چاہتے ہیں؟

قرآن کی اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں اللہ تعالی ان لوگوں کی بات وعمل پر ناپسندیدگی کا اظہار کررہا ہے جو اللہ کے محکم ہر خیر پر مشتمل اور ہر قسم کے شر سے مبرا حکم کو چھوڑ کر دیگر لوگوں کی ان آراء وخواہشات اور اصطلاحات کی طرف جاتے ہیں جنھیں لوگوں نے وضع کیا ہے جس کی کوئی بنیاد اللہ کی شریعت میں نہیں ہے جس طرح دور جاہلیت کے لوگ اپنے گمراہ کن خیالات اور جہالتوں کی بنیاد پر فیصلے کرتے تھے جنھیں وہ خود اپنی آراء وخواہشات سے وضع کرتے تھے اور جس طرح تاتاری اپنی ملکی سیاسیات کے مطابق فیصلے کرتے تھے جوانہوں نے اپنے بادشاہ چنگیز خان سے لئے تھے جس نے ان کے لئے یاسق بنائی۔ یاسق اس کتاب کو کہتے ہیں جو کچھ احکام کا مجموعہ ہے جو چنگیز خان نے مختلف شریعتوں یہودیت نصرانیت اور اسلام وغیرہ سے اخذ کئے تھے اور بہت سے احکام وہ تھے جو اس نے صرف اپنی سوچ اور خواہش سے بنا رکھے تھے یہ کتاب اس کی اولاد میں قابل اتباع شریعت بن گئی اسے وہ لوگ کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ پر مقدم رکھتے تھے یہ کام جو بھی کرے گا وہ کافر ہے۔

البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں جس نے محکم شریعت جو محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء پر نازل ہوئی ہے کو چھوڑا اور دیگر منسوخ شدہ شرائع کی طرف اپنے تنازعات اور فیصلے لے گیا اس شخص نے کفر کرلیا تو پھر اس شخص کا کیا حکم ہے جو اپنے تنازعات یاسق کی طرف لیجاتا ہے اور اسے مقدم رکھتا ہے ایسا جس نے بھی کیا وہ باجماع المسلمین کافر ہے۔(ص128/13) یہ ابن کثیر کا قول ہے اور امت اسلامیہ نے اس پر اجماع کیا ہے کہ جس نے بھی اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی اور قانون سے فیصلہ کرایا اس کی طرف اپنا مقدمہ لے گیا تو وہ کافر ہے۔ اُمت اسلامیہ کا بھی اس پر اجماع ہے کہ جس نے شریعت اسلامی کو چھوڑ کر کسی اور شریعت سے فیصلہ کرایا تو وہ کافر ہے اس طرح سلفؒ نے ابن تیمیہ اور ابن قیمؒ کے زمانہ میں اس کفریہ طاغوتی شریعت کا رد کیا اس سے فیصلے نہیں کروائے نہ اسے پڑھا نہ پڑھایا نہ اس کی تعلیم حاصل کی کسی قسم کا تعلق اس سے نہیں رکھا بلکہ ہر اس شخص کو کافر قرار دیا جو اس کی طرف اپنا فیصلہ لیکر جائے اس دور میں تاتاری شریعت کے ساتھ مسلمانوں کا یہ طرز عمل رہا جس کی وجہ سے وہ بہت جلد نابود ہوگئی اب اگر موجودہ دور کے مسلمان بھی غیر اسلامی شریعتوں کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو اس دور کے مسلمانوں نے یاسق کے ساتھ کیا تو

مسلمانوں کا یہ حال نہ ہوتا جو آج ہے کہ ہر معاملہ میں غیر اسلامی قوانین کے دست نگر ہیں۔

طاغوت کا فیصلہ جائز ماننے والوں کے شبہات

شبہ نمبر 1۔ یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ تحاکم الی الطاغوت نہیں ہے بلکہ یہ تو درخواست یا مطالبات ہیں جن کے ذریعے سے حق حاصل کیا جاتا ہے اگر ایسا نہ کریں تو حق کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے (یعنی غیر اسلامی قوانین کو تسلیم کرنا یا ان کے فیصلوں کو ماننا یا انکی عدالتوں میں مقدمات لیجانا اپنا حق حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے)

ازالہ: یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ انسان کبھی کبھی ایسی بات منہ سے نکال دیتا ہے جس کی اگرچہ وہ پرواہ نہیں کرتا مگر وہ اتنی تلخ ہوتی ہے کہ اگر اسے سمندر میں ڈال دیا جائے تو وہ بھی کڑوا ہو جائے۔ اس طرح کی باتیں دراصل بہانے اور حیلے ہیں جو دین اور اللہ کے حرام کردہ امور کے خلاف تراشے جاتے ہیں حالانکہ ہر ذی عقل وشعور شخص اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ کسی چیز کی حقیقت نام کی تبدیلی سے بدل نہیں جاتی۔

علامہ عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابابطین فرماتے ہیں جس نے اللہ کی عبادات میں سے کسی بھی قسم کی عبادت غیر اللہ کے لئے خاص کردی تو وہ شخص اس چیز کی عبادت کرنے والا اسے الہ بنانے والا مشرک باللہ شمار ہوگا اگرچہ وہ کسی کو الہ یا معبود نہ بھی کہے کوئی اور نام رکھدے مگر نام کی تبدیلی سے اس کی معبودیت یا الوھیت تبدیل نہیں ہوگی (مجموعۃ التوحید) اسی طرح ہر مسلمان اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ کسی سے فیصلہ کرانا دراصل تنازعات میں اس کی طرف رجوع کرنے کا نام ہے اور یہ اعضاء جسم کا فعل ہے نہ کہ دل کا جبکہ تحاکم الی غیر اللہ اس وقت شمار ہوگا جب دل سے نیت کی ہو اس لئے کہ نیت سے یہ معلوم ہوگا کہ یہ شخص طاغوت سے فیصلہ کرانے کو افضل سمجھتا ہے اس لئے فیصلہ کروا رہا ہے جس طرح کہ سجدہ ہے یہ اس وقت سجدہ شمار ہوگا جب اپنے دل میں مسجود لہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ یہ سجدہ کا مستحق ہے ابن قیمؒ نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ کوئی عمل صرف اسی وقت عبادت شمار ہوگا جب اس کا کرنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ یہ عمل عبادت ہے ابن قیمؒ فرماتے ہیں عبادت کی اقسام میں سے یہ بھی ہے کہ مرید اپنے پیر کو سجدہ کرے یہ شرک ہے جس میں مرید و پیر دونوں مبتلا ہیں جبکہ حیرت اس بات پر ہے کہ وہ لوگ اس کو سجدہ نہیں کہتے بلکہ پیر کے آگے احتراماً سر رکھنا کہتے ہیں ان کو ہم یہی کہیں گے کہ تم اس عمل کا کوئی بھی نام رکھ لو سجدہ یہی ہے کہ کسی کے آگے سر زمین پر رکھ دیا جائے۔ **(المدارج 373/1)** بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بھی مطعم بن عدی کے ہاں

پناہ لی تھی اس اشکال کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اگر انسان تحاکم کا معنی سمجھ جائے تو پھر یہ اشکال اس کے ذہن میں نہیں آئے گا تحاکم کا معنی ہے تنازعات میں اس شخص کی طرف رجوع کرنا جس کے ہاں فیصلے اور مقدمات لیجائے جاتے ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

اگر تم کسی معاملہ میں باہم جھگڑا کرو تنازعہ پیدا ہو جائے تو اسے اللہ ورسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تمہارا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہو؟ **(النساء: 59)**

اس کو تحاکم کہتے ہیں کہ دو افراد میں کوئی تنازعہ ہو جائے اور وہ کسی ایسی اتھارٹی کے پاس فیصلہ کرانے جائیں جس کے پاس مقدمات لے جائے جاتے ہوں جب یہ فیصلے طاغوت کے پاس لیجائے جائیں تو پھر یہ کفر اور شرک اکبر شمار ہوتا ہے البتہ کسی کافر سے حمایت یا پناہ طلب کرنا کفر نہیں ہے اسلئے کہ اس کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں ہے جبکہ یہ کام ابوبکرؓ کر چکے ہیں جب وہ ابن الدغنہ کی پناہ میں آئے تھے اور جب صحابہ کرامؓ نے حبشہ ہجرت کی تھی تو نجاشی کے ہاں پناہ لی تھی۔

اسی طرح اس شخص کی بات بھی غلط ہے جو حلف الفضول کے عہد نامہ سے استدلال کرتا ہے جو ابن جدعان **(البخاری فی الأدب المفرد)** کے گھر میں جاہلیت کے دور میں ہوا تھا کہ اسے تحاکم الی الطاغوت میں شمار کیا جائے اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حلف الفضول میں شریک لوگ طواغیت نہیں تھے جس طرح کہ جہنیہ کے کاہن اور کعب بن اشرف وغیرہ لوگ اصل میں طواغیت تھے کہ یہ لوگوں کے درمیان طاغوتی فیصلے کرتے تھے جبکہ حلف الفضول والے مشرکین میں سے چند افراد کا ایک گروہ تھا جنھوں نے یہ عہد صرف اس بات پر کیا تھا کہ مظلوم کی مدد کریں گے اور یہ ایسی بات ہے کہ جس کی تعریف کی جانی چاہیے بلکہ اسلام نے تو اس پر بہت ترغیب دلائی ہے اس عہد کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا (نبوت ملنے کے بعد) کہ میں اس عہد میں اپنے چچاؤں کے ساتھ شریک ہوا تھا اور اب بھی میں اس حلف کو توڑنا نہیں چاہتا اگرچہ مجھے بہت سارے سرخ اونٹ دیدئے جائیں اس حلف الفضول سے تحاکم الی الطاغوت پر استدلال کرنے والوں سے ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کیا نبی کریم ﷺ کا یہ قول کعب بن اشرف اور جہنیہ کے کاہنوں کے اقوال سے مطابقت رکھتا ہے جنکے پاس جاہلیت میں لوگ اپنے فیصلے لیجاتے تھے؟ اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو ہم کہیں گے کیوں نہیں؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ اس لئے کہ وہ لوگ عدل سے فیصلے نہیں کرتے تھے ظلم

ختم نہیں کرتے تھے رشوت لیتے تھے اب سوال یہ ہے کہ کیا ان کے پاس فیصلہ لیجانا اس لئے منع ہے کہ وہ عدل نہیں کرتے اور رشوت لیتے ہیں یا اس لئے منع ہے کہ وہ طاغوت ہے اور طاغوت کا انکار فرض ہے؟ یہ پہلا سوال ہے دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم اس امید پر ان کے پاس مقدمات لیجاتے ہیں کہ شاید وہ عدل کرلیں جبکہ ظالمانہ فیصلہ کے امکان کے وقت ہم مقدمہ ان کے پاس نہیں لے جاتے تو سوال یہ ہے کہ یہ فرق تم نے کہاں سے لیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کے پاس مقدمات وتنازعات لے جانے سے مطلقاً منع کیا ہے۔ یہ بتلا دیا ہے کہ جو ان کے پاس تنازعات لے جاتا ہے تو وہ طاغو کا انکار نہیں کررہا (جو کہ مسلمان پر لازم ہے)۔

اللہ نے منع کرتے وقت اس بات میں فرق نہیں کیا ہے کہ اگر طاغوت عدل سے فیصلہ کرے تو صحیح اور اگر ظلم کا فیصلہ کرتا ہو تو مقدمات اس کے پاس نہ لے جاؤ۔ جو لوگ حلف الفضول کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں، ان کا استدلال صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ حلف الفضول میں شریک ہونے والے طاغوت نہیں تھے، انہوں نے لوگوں کے فیصلے نمٹانے کے لئے خود کو حاکم مقرر نہیں کیا تھا اور طاغوتی احکام کے ذریعے سے فیصلے نہیں کرتے تھے، وہ صرف مشرکین میں سے چند افراد تھے جنہوں نے ظلم کے خاتمے، مظلوم کی مدد پر عہد کرلیا تھا۔ یہاں ہم دو قسم کے افراد میں فرق واضح کرنا چاہتے ہیں۔ ایک قسم کے لوگ وہ ہیں جو صاحبِ حیثیت واختیار لوگوں کے پاس جا کر ان کی حمایت طلب کرتے ہیں اور اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے خاتمے کے لئے ان سے درخواست کرتے ہیں۔

دوسرے قسم کے لوگ وہ ہیں جو اپنے تنازعات ان لوگوں کے پاس لے جاتے ہیں جو طاغوتی جج ہیں، جنہوں نے خود کو زمین میں معبود بنالیا ہے، لوگوں کے فیصلے طاغوتی احکام کے ذریعے کرتے ہیں، جو لوگ ان کے پاس فیصلے لے جاتے ہیں ان کا یہ عمل اگر حالت اکراہ کے بغیر ہو تو یہ کفر ہے۔ اکراہ کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنے قتل یا کسی اور قسم کی تکلیف کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں وہ طاغوتی جج سے فیصلہ کرواسکتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

من كفر بالله من بعد ايمانه الا من اكره و قلبه مطمئن بالايمان ولكن من شرح بالكفر صدرا.

جس نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا، الّا یہ کہ اُسے مجبور کردیا جائے جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تو اس کے کفر کا وبال نہیں ہوگا) ہاں اگر کسی نے شرح صدر کے ساتھ (کفر کیا تو وہ کفر شمار ہوگا)۔

لہٰذا مسلمان پر لازم ہے کہ ان باتوں کو مدنظر رکھے، بات کرنے میں جلدی نہ کرے، ناسمجھی میں صرف اپنے

خیالات اور اندازوں کی بنا پر بات نہ کرے ورنہ شرمندگی اور مایوسی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

دوسرا شبہ: جن کے بارے میں آیات نازل ہوئی ہیں ان کی مذمت کی گئی ہے یہ لوگ طاغوت کے پاس فیصلہ اس لئے لے جا رہے تھے کہ وہ اللہ کے فیصلہ پر خوش نہ تھے جبکہ ہم اللہ و رسول کے فیصلوں کو پسند کرتے ہیں، انہیں ناپسندیدگی کی وجہ سے نہیں چھوڑ رہے (بلکہ دنیوی مجبوریاں ہیں کہ طاغوتی حکومتوں کے ماتحت ہیں)۔

شبہے کا ازالہ

اس شبہے کا ازالہ متعدد طرق سے ہوسکتا ہے:

1۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ

''یہ لوگ طاغوت کے پاس فیصلہ لے جانا چاہتے ہیں''۔

تو اس میں دل کے ارادہ کو شرط نہیں بنایا جس طرح کہ ان لوگوں کا خیال پہلے گزر چکا ہے۔ بلکہ شرط صرف یہی ہے کہ یہ لوگ طاغوت کے پاس فیصلے لے جاتے ہیں، اس میں یہودی و منافق کی حالت بتائی گئی ہے جو کعب بن اشرف کے پاس مقدمہ لے جانا چاہتے تھے۔ یہاں طاغوت سے وہی مراد ہے جبکہ یہودی کو یہ معلوم تھا کہ کعب بن اشرف رشوت لیتا ہے۔ لہٰذا وہ دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس گئے۔ اس لئے آیت میں لفظ ''یریدون'' سے مراد دل کا ارادہ نہیں ہے بلکہ ان دونوں کی حالت بیان کی گئی ہے۔ ارادۂ دل کفر کے لئے شرط نہیں ہے۔

2۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم اگرچہ فیصلے طاغوت کے پاس لے جاتے ہیں مگر اس عمل کا ارادہ نہیں کرتے جبکہ آیت میں ارادے کی مذمت کی گئی ہے۔ یہ بات بھی ان کی غلط ہے کہ ہم عمل تو کر رہے ہیں مگر ارادہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو کوئی عمل کر رہا ہو، کوئی کام کر رہا ہو اور اس کام کا ارادہ نہ کیا ہو۔ اس لئے کہ ہر کام سے پہلے ارادہ ہوتا ہے۔ کوئی کام بغیر ارادہ کے نہیں ہوتا۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ ارادہ ہو مگر کام و عمل نہ ہو۔ ان لوگوں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم عمل کر رہے ہیں مگر بغیر ارادہ کے فیصلے طاغوت کے پاس لے جاتے ہیں مگر اس کا ارادہ نہیں کرتے یعنی شرک و کفر تو کر رہے ہیں مگر ان کا ارادہ نہیں ہے۔ اگر ان کے قول کا یہی مقصد ہے تو ہم اس کا بھی ردّ پیش کریں گے مگر اور موقع پر۔

3۔ آیت مذکورہ (الم ترا لی الذین) کی تفسیر میں امام ابوالسعود کہتے ہیں: آیت میں تعجب و مذمت ان لوگوں کی ہے جو تحاکم الی الطاغوت کا ارادہ کرتے ہیں یعنی جب ارادہ ہی قابل مذمت ہے تو پھر عمل کتنا ناپسندیدہ ہوگا؟ حالانکہ بعض دفعہ ارادہ ہوتا ہے مگر عمل نہیں ہوتا۔ یہاں عمل یعنی تحاکم الی الطاغوت تو کیا اس کے ارادے کی بھی مذمت کی گئی ہے تو اس عمل کی قباحت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

4۔ اُمت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ جو شخص اللہ کی عبادات میں سے کوئی بھی ظاہری عبادت غیر اللہ کے لئے کرے گا تو وہ شرک اکبر کا مرتکب مشرک کہلائے گا، ملت اسلامیہ سے خارج تصور ہوگا چاہے اس نے ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، اس عمل کو پسند کرتا ہو یا ناپسند کرتا ہو، سوائے اس شخص کے جسے ایسے عمل پر مجبور کر دیا جائے۔

5۔ اس طرح کی باتیں مشتبہ کہلاتی ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں واضح حکم ہے جسے چھوڑ دیا گیا ہے وہ حکم ہے اللہ کا فرمان:

''وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ'' اور ''وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتِ''

''انہیں صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں'' اور دوسری جگہ ارشاد ہے'' طاغوت سے اجتناب کریں''۔

علامہ شیخ سلیمان بن عبداللہ آل الشیخ کہتے ہیں:

وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ

میں طاغوت کے انکار کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ طاغوت کے پاس فیصلے لیجانا ایمان کے منافی ہے۔ لہٰذا ایمان اس وقت تک صحیح نہیں ہوگا جب تک طاغوت کا انکار نہ کر دیا جائے اور اس کے پاس فیصلے لے جانے سے رُکا نہ جائے۔ جو شخص طاغوت کا انکار نہیں کرتا، اس کا اللہ پر ایمان نہیں ہے۔ **(تیسیر العزیز الحمید شرح کتاب التوحید ص 419)** اب جبکہ ہم نے تحاکم الی الطاغوت کی ممانعت میں قرآن کا محکم حکم دیکھ لیا ہے تو ہمیں مشتبہ باتوں سے بچنا چاہیئے۔

امام محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں طاغوت کے انکار کی تعریف اور صورت یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کو باطل مانا جائے اسے چھوڑ دیا جائے اس سے نفرت کی جائے غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں سے نفرت و دشمنی کی جائے اگر ایک شخص غیر اللہ کی عبادت کو غلط اور باطل سمجھتا ہے مگر اسے چھوڑ نہیں رہا تو اسے کفر بالطاغوت نہیں کہا جائے گا اس طرح اگر غیر اللہ کی عبادت کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے لیکن اس عبادت کو پسند کرتا ہے اس سے نفرت نہیں کرتا تو یہ بھی کفر بالطاغوت نہیں ہے۔ **(مجموعة التوحید الرسالة الاولی)**

6۔ اگر ارادہ سے مراد نیت کی پختگی اور عزم لیا جائے اور فعل کو ارادہ سے الگ رکھا جائے (یعنی فعل کیا جائے مگر ساتھ ساتھ یہ بھی کہا جائے کہ ہمارا پختہ ارادہ کرنے کا نہیں تھا) تو یہی بات جب قبروں کے پجاری کرتے ہیں کہ ہم

قبروں کا طواف کر رہے ہیں اس کی عظمت و احترام کے قائل ہیں مگر ہمارا مقصد شرک کرنا نہیں ہے تو ان کی یہ بات کوئی بھی موحد تسلیم نہیں کرتا اس لئے کہ یہ باطل قول ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس شخص نے کوئی کفریہ قول منہ سے نکالا یا کفریہ عمل کیا وہ کافر ہو گیا چاہے اس کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اس لئے کہ کفر کا قصد و ارادہ کوئی بھی نہیں کرتا (مگر کفریہ اعمال کرتا رہتا ہے اس لئے ارادہ و قصد نہیں بلکہ عمل دیکھا جائے گا) **(الصارم المسلول ص178-177)**

سورہ کہف میں ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالاً o الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا .(104-103)

(اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے کیا میں تمہیں عملی خسارے میں جانے والوں کے بارے میں بتاؤں؟ جن کی سعی (وکوشش) دنیاوی زندگی میں ہی بیکار ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ بہتر عمل کر رہے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں امام طبریؒ فرماتے ہیں یہ ان لوگوں کے قول کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ کسی کا عمل کفر باللہ تب شمار ہوگا جب اللہ کی وحدانیت کا علم ہونے کے باوجود وہ کفریہ عمل کا ارادہ وقصد کرے حالانکہ اس آیت میں اللہ نے ان لوگوں کے اعمال کی بربادی کی خبر دی ہے جو اپنے اعمال کو صالح اور نیک سمجھتے ہیں (اگر ان کا ارادہ کفر کا ہوتا تو یہ اپنے اعمال کو صالح کبھی نہ سمجھتے)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دین سے نکل جاتے ہیں حالانکہ ان کا ارادہ دین سے نکلنے کا نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ کسی اور دین کو اسلام پر ترجیح دیتے ہیں نیز فرماتے ہیں بعض علماء نے طبری کی اس بات کی تائید کی ہے کہتے ہیں اس آیت میں ان لوگوں کی رائے کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اھل قبلہ میں سے کوئی شخص صرف اس صورت میں اسلام سے خارج ہوگا جب وہ خارج ہونے کا ارادہ کرے اور اسے معلوم ہو کہ میرا قول یا عمل اسلام سے خروج کا سبب بنے گا پھر بھی وہ اس کا ارتکاب کرے یہ رائے باطل اور غلط ہے اسلئے کہ حدیث میں خوارج کے بارے میں آتا ہے۔

يقولون الحق ويقرون القرآن و يمرقون من الاسلام ولا يتعلقون بشئى .

وہ لوگ حق بات کریں گے قرآن پڑھیں گے مگر اسلام سے نکل گئے ہوں گے انکا کسی قسم کا تعلق اسلام سے نہیں ہوگا۔ **(فتح البارى :12/267-269).**

ابن قدامہ الکافی میں فرماتے ہیں اکثر انسان اس وجہ سے مرتد ہوتا ہے کہ اس کے ذہن میں اسلام کے بارے میں شبہ پیدا ہوجاتا ہے (یعنی ارادہ مرتد ہونے کا نہیں ہوتا پھر بھی مرتد ہوجاتا ہے) **(الکافی لابن قدامة المقدسی 159/4 باب حکم المرتد)**

یہ لوگ جو کچھ (ان مزاروں اور قبروں کے پاس) کررہے ہیں کہ ان کا قصد کر کے ان کے پاس جانا ان کی طرف متوجہ ہونا ان سے دعائیں قبول کرنے کی امید رکھنا حاجات پورے ہونے کا یقین رکھنا فریادیں سننا کیا یہ وہی عمل نہیں ہیں جو مشرکین عرب نبی ﷺ کی بعثت سے قبل لات، عزی مناۃ کے لئے کرتے تھے؟ یہ وہی عمل ہے اسمیں اور ان کے عمل میں کوئی فرق نہیں ہے کیا ان اعمال کی وجہ سے کوئی مسلمان کافر قرار دیا جاسکتا ہے اس کا ایمان ختم ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کا فیصلہ آپ کے لئے مشکل ہو تو اپنی مثال قبر کے اس مردے کی سی سمجھ لو جو فرشتوں کے سوالوں کے جواب میں کہے گا کہ مجھے کچھ پتہ نہیں میں تو وہی کہتا تھا جو لوگوں سے سنتا تھا اور اگر آپ کہتے ہیں کہ ایمان پھر بھی موجود رہے گا تو دلائل سے ثابت کریں اگر آپ کہتے ہیں کہ اس کا ارادہ اس طرح کا نہیں تھا تو پھر آپ صحیح دلائل سے (ارادوں کا یہ) فرق ثابت کریں۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ چونکہ یہ شخص مسلمان ہے لہٰذا اسکا اسلام اسے کفر سے بچائے گا اگرچہ کیسے ہی عمل کیوں نہ کرے تو پھر آپ کتاب الاقناع کا باب حکم المرتد کا مطالعہ کریں تاکہ مسئلے کی صحیح صورت حال آپ پر واضح ہوجائے **(مجموعة الفتاوی)**۔

نیز فرماتے ہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوھابؒ کا فرمان ہے کہ جب حدیث میں خوارج کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ دین سے خارج ہوں گے آپ ﷺ نے ان کے قتل کا حکم دیا تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ خلفائے راشدین کے دور میں ایسے لوگ ہوسکتے ہیں جو اسلام کی طرف خود کو منسوب کرتے ہوں مگر دین سے خارج ہوں حالانکہ بہت بڑی بڑی عبادات بھی کرچکے ہوں تو پھر ثابت ہوا کہ موجودہ دور میں بھی ایسے لوگ ہوسکتے ہیں جو خود کو اسلام اور سنت کی طرف منسوب کرتے ہوں مگر وہ بھی اسلام سے خارج ہوں **(تاریخ نجد ص 367)**۔

امام صنعانی اپنے رسالہ **تطھیر الاعتقاد عن ادران الشرک و الالحاد** میں فرماتے ہیں کہ اگر آپ کہیں کہ یہ (قبر پرست وغیرہ) اس بات سے لاعلم ہیں کہ وہ جو عمل کررہے ہیں وہ ان کو مشرک بنا رہا ہے (یعنی انہیں معلوم ہی نہیں کہ ہمارے یہ اعمال شرکیہ ہیں) تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ فقہاء نے فقہ کی کتابوں میں یہ ثابت کیا ہے کہ جس نے کلمہ کفر منہ سے نکالا وہ کافر شمار ہوگا اگرچہ اس کا ارادہ اس کلمہ کے معنی کا نہیں تھا اس لئے کہ انکا

یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں اسلام اور توحید کی حقیقت کا پتہ نہیں ہے لہٰذا ایسی صورت میں تو وہ حقیقی کافر ہیں ہمارے خیال میں یہاں کچھ لوگوں سے غلطی ہو جاتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شرک اکبر شمار ہونے والے عمل کا مرتکب ہو جائے اور اس کی تاویل کرے تو وہ کافرو خارج عن الاسلام نہیں ہوگا اس کے لئے وہ دلیل کے طور پر مامون کا واقعہ پیش کرتے ہیں جب اس نے قرآن کو مخلوق کہا مگر تاویل کر کے تو امام احمد بن حنبلؒ نے انہیں کافر نہیں کہا۔

یہ رائے جس کی بھی ہے نہایت ہی غلط ہے اس لئے کہ واضح شرک اور کفر (جیسا کہ عبادت میں اور اللہ کے رسول کا مذاق اڑانا) اور کفر خفی میں فرق ہے (جیسا کہ بعض کفریہ اقوال مگر ہوں اس طرح خفی کہ عام لوگ سمجھ نہ جائیں اس طرح اللہ کی صفات میں ایسی تاویل کہ بعض لوگوں کو اس کے بارے میں معلوم نہیں ہوسکتا جیسا اللہ کا کلام وغیرہ)

محمد بن عبدالوہابؒ بھی اس رائے کی حمایت کرتے ہیں جیسا کہ شیخ حسین بن غنام نے ان کی رائے نقل کی ہے وہ ابن تیمیہؒ کے قول کی تائید کرتے ہیں کہ شرک فی العبادۃ اور بعض خفیہ کفریہ اقوال ادا کرنے میں فرق ہے اس طرح شیخ عبداللہ بن ابابطین علامہ اسحاق بن عبدالرحمٰن وغیرہ علماء نے بھی اس بات کی تائید کی ہے (کہ واضح شرک اور خفیہ شرکیہ اقوال میں فرق ہے)

3۔تیسرا شبہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تحاکم الی غیر اللہ شرک ہے بھی تو شرک اصغر ہے شرک اکبر کے درجے تک نہیں پہنچتا کہ اس کے مرتکب کو خارج از اسلام شمار کیا جائے جیسا کہ غیر اللہ کی قسم (شرک ہے مگر اسلام سے خروج کا سبب نہیں شرک اصغر ہے)

ازالہ: یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ جو عبادات صرف اللہ کے لئے کی جاتی ہیں جیسے رکوع، سجود، امید، رجوع، فریاد، ذبح کرنا، نذر، طواف، تحاکم، خوف، بھروسہ، محبت، تعظیم وغیرہ کی تین اقسام ہیں۔

1۔ جن کا تعلق عقیدے کے ساتھ ہے۔2۔ جنکا اقوال سے تعلق ہے۔3۔ جنکا تعلق افعال کے ساتھ ہے۔

جن کا عبادات ظاہرہ کا تعلق اقوال وافعال کے ساتھ ہے جیسے دعاء: فریاد،، رکوع، سجود، ذبح، تحاکم وغیرہ ان میں سے اگر کوئی شخص کوئی بھی قول یا عمل غیر اللہ یعنی بت، مردے، یا طاغوت کے لئے کرے گا تو وہ شخص اپنے اس قول یا عمل کی بنا پر کافر اور شرک اکبر کا مرتکب قرار پائے گا ضروری نہیں کہ اس قول یا عمل کے بارے میں وہ اپنے اعتقاد کا اظہار کرے یا اسے جائز سمجھے۔ اسکا یہ قول یا عمل بہر حال غیر اللہ کی عبادت ہے جو کہ شرک اکبر ہے۔

عبادات باطنی جن کا تعلق اعتقاد سے ہے جیسے خوف، امید، محبت، تعظیم وغیرہ ان میں سے اگر کوئی قسم غیر اللہ کے لئے کرے گا تو اس کا اظہار زبان سے کر کے اسے عبادات قرار دینے والے کو کافر کہا جائے گا اس لئے کہ یہ قلبی خفی عبادات ہیں (جب تک کوئی شخص انہیں غیر اللہ کے لئے کرنے کے بعد زبان سے یہ اقرار نہ کرے کہ میں یہ عمل بطور عبادت کے غیر اللہ کے لئے کر رہا ہوں اس وقت تک اسے کافر اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ کسی کے دل کی بات اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا)

اب آتے ہیں شبہ کرنے والے کے قیاس کی طرف تو اس طرح کا قیاس باطل ہے اس لئے کہ اس نے توحید اور عبات کا معنی سمجھا ہی نہیں اور تحاکم لغیر اللہ کو غیر اللہ کی قسم پر قیاس کر لیا جو کہ صرف شرکیہ لفظ ہوتا ہے عبادت نہیں ہوتی (جبکہ تحاکم ایک عبادت ہے) یہاں اگر یہ سوال کیا جائے کہ بعض علماء نے تو اللہ کے نام کی قسم کو بھی عبادت کہا ہے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ علماء نے اللہ کے نام کی قسم کو عبادت تعظیم قرار دیا ہے یعنی اللہ کی قسم کھانے والا جب قسم کھا رہا ہوتا ہے تو وہ اس وقت جانتا ہے کہ اللہ کی ذات عظیم ہے اس قابل ہے کہ اس کے نام کی قسم کھائی جائے ایسی صورت میں قسم عبادت بن جاتی ہے اس لئے کہ اب اس کے ساتھ تعظیم بھی مل گئی ہے اس وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کو شرک قرار دیا ہے مگر شرک اصغر ہے انسان ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا جب تک کہ یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ جس غیر اللہ کی قسم کھائی ہے وہ اس لائق ہے کہ اس کی قسم کھائی جائے مطلب یہ ہوا کہ علماء نے غیر اللہ کی قسم کھانے والے کو کافر قرار دینے کے لئے شرط لگائی ہے کہ وہ جس کی قسم کھا رہا ہے اس کی تعظیم کا عقیدہ رکھتا ہو اس لئے کہ ایسی صورت میں وہ عبادت کی ایک قسم یعنی تعظیم غیر اللہ کے لئے کر رہا ہے جبکہ تعظیم عبادت قلبی خفی ہے (اور عبادت کوئی بھی ہو غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہے) اگر کوئی شخص غیر اللہ کی قسم کھائے اور اس غیر اللہ کی تعظیم کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ شرک فی الالوھیت کا مرتکب قرار پائے گا اور مشرک قرار پانے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس نے ظاہراً عبادت غیر اللہ کے لئے کی ہے ایسی صورت میں اس سے یہ پوچھنا بے فائدہ ہے کہ تمہارا عقیدہ تھا یا نہیں تھا؟ اس طرح تحاکم عبادت ظاہری ہے جیسا کہ سجدہ، طواف، وغیرہ لہٰذا یہ بھی غیر اللہ کے لئے کرنا یعنی شریعت الٰہی کو چھوڑ کر کسی اور طرف لیجانے اور کرانے والا کافر ہے یہ تعظیم کی طرح قلبی خفی عبادت نہیں ہے کہ معلوم کیا جائے کہ تمہارا عقیدہ کیا تھا (خلاصہ یہ ہے کہ خفی عبادات میں عقیدے کا سوال کیا جائے گا جبکہ ظاہری عبادات میں عقیدے کا سوال کئے بغیر ہی حکم لگا دیا جائے گا)۔

2۔ یہ بات بھی ہر شخص جانتا ہے کہ غیر اللہ کی قسم شروع اسلام میں منع نہیں تھی بعد میں اس کے منع کا حکم آیا جیسا

کہ نبی ﷺ کے فرمان سے واضح ہوتا ہے۔

ان اللہ ینھاکم ان تحلفوا بآبائکم .

اللہ تمہیں باپ دادوں کی قسمیں کھانے سے منع کرتا ہے **(بخاری)**۔

اب یہ قیاس کس طرح صحیح ہوسکتا ہے کہ ایک عمل ایسا ہے جس سے شروع اسلام میں منع کیا گیا تھا بلکہ اسلام کی صحت کی شرط قرار دیا گیا تھا یعنی کفر بالطاغوت اور اللہ و رسول کے علاوہ کسی اور کا حکم ماننا اور دوسرا عمل وہ ہے جسے بعد میں ممنوع قرار دیا گیا تھا ان دونوں کو ایک درجہ پر کیسے رکھا جاسکتا ہے؟ اگر اس قیاس کو صحیح مان لیا جائے دونوں کو ایک ہی درجے پر رکھا جائے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ کہ تحاکم الی غیر اللہ سے قبل مسلمانوں کے لئے جائز تھا کہ وہ کاہنوں اور اہل کتاب کے گمراہ وسرکش علماء کے پاس اپنے فیصلے لیجائیں؟ اس لئے کہ تحاکم کو بھی آپ نے قسم کی طرح قرار دے دیا ہے تو پھر یہ بات بھی تسلیم کرنی ہوگی۔

4۔ بعض لوگوں نے اپنی اس رائے کے لئے امام ابن تیمیہؒ کے قول کو دلیل بنایا ہے جس میں آپؒ نے فرمایا ہے جن لوگوں نے اپنے احبار و رھبان (علماء و درویشوں) کو رب بنایا ہے کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینے والے انکے احکام کو مانتے ہیں ان لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ وہ لوگ ہیں جو اس بات سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں کہ ہمارے ان احبار و رھبان نے اللہ کا دین تبدیل کر دیا ہے اس کے باوجود بھی انکی اتباع کرتے ہیں اور اپنے علماء کو اس بات کا حقدار سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ کے حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال کریں باوجود یہ کہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے رسول ﷺ کے دین کی مخالفت کی ہے (اس طرح کا طرز عمل اختیار کرنا) کفر ہے۔